Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی اردو رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

نمبر ۵ — ۵ مئی ۱۹۳۶ء — ۱۳ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ — جلد ۳۵

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

میرا مذہب مجھے کیوں پیارا ہے	۱۶۱/۱۷۳	مولانا خواجہ جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل
صداقت خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم	۱۷۳/۱۸۳	مولانا تاج الدین صاحب صاحب لائل پوری مولوی فاضل
کتاب التوحید بجواب اثبات التثلیث	۱۸۳/۱۸۶	فاضل جلیل سید محمد اسحٰق صاحب پروفیسر جامعہ
ادب اور سائنس میں مسلمانوں کا حصّہ	۱۸۶/۱۹۶	ترجمہ مضمون صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بی۔ اے
اقتباس "اسلام و بانیٔ اسلام"	۱۹۶/۲۰۰	(جامعہ)

اندرون ہند سے تین روپے سالانہ — مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے ۲ — بیرون ہند سے تین روپے ۸ ر سالانہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرنل ڈوگلس لنڈن مسجد میں

ایسٹر سنڈے کو عصر کے وقت لنڈن مسجد میں کرنل ڈوگلس کی (جس نے چالیس برس ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک عیسائی مشنری کے اتہامات سے بری کیا تھا) تقریر سُننے اور ملاقات کرنے کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ ہُوا۔ کرنل ڈوگلس نے پورا ایک گھنٹہ تقریر کی۔ جس کے بعد مولوی شیر علی صاحب نے جو مقدمہ میں موجود تھے محترم امام ہمام بانیٔ جماعت احمدیہ کا نہایت دلآویز پیرایہ میں ذکر خیر کیا۔ اُس کے بعد جناب درد صاحب امام مسجد لنڈن نے کرنل ڈوگلس کے متعلق بیان کیا کہ اُنھوں نے آج یہاں قدم رنجہ فرما کر ہماری نہایت عزت افزائی کی اور یقین دلایا کہ جماعت احمدیہ کے جملہ حاضرین ایک ایسے شخص کو دیکھ کر جس نے جماعت احمدیہ اور اسلام کی تاریخ میں نام پیدا کر لیا ہے نہایت محظوظ و مسرور ہوئے ہیں۔ اِس تاریخی اجتماع کا فوٹو پہلے ہی عصر کے وقت لے لیا گیا تھا۔ اس طرح پر لنڈن مسجد کی تاریخ میں ایک نہایت یادگار اور پُرلطف دن گذرا۔

"ڈیلی سکیچ" لنڈن نے حضرت مولوی شیر علی صاحب اور کرنل ڈوگلس کی ملاقات کے متعلق مندرجہ ذیل بیان شائع کیا ہے:۔

"ہندوستان کی پندرہ لاکھ سے زائد جماعت احمدیہ کے اندر پیلاطوس ثانی کے نام سے مشہور کرنل منٹیگیو ڈبلیو ڈوگلس آف یونائیٹڈ سروس کلب ور سابق ہائی کمشنر انڈیمان کی حضرت مولوی شیر علی صاحب (جو چالیس برس ہوئے ایک مقدمہ میں ملزم کے رفیق کار تھے اور جس میں کرنل کو یہ شہرت ملی) ملاقات ہوئی۔ مولوی شیر علی صاحب قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کرنے آئے ہیں۔ اور چونکہ آپ کرنل کی عدالت میں مقدمہ کے گواہ تھے اس لئے آپ کو بھی مسجد میں کرنل کی ملاقات کیلئے دعوت دی گئی۔ وہاں اُنھوں نے آپس میں اس واقعہ کے متعلق گفتگو کی جو اسلامی تاریخ میں نہایت اہم ہے۔

کرنل ڈوگلس نے جو گورنمنٹ آف انڈیا کی ملازمت سے ۱۹۲۰ء میں سبکدوش ہوئے تھے کل "ڈیلی سکیچ" کے ایک نمائندہ کو بتایا کہ مقدمہ ۱۸۹۷ء میں گورداسپور پنجاب کی عدالت میں ہُوا تھا۔ ملزم کا نام مرزا غلام احمدؐ تھا مقدمہ کے چند سال قبل حالات یوں تھے کہ احمدؑ کو آپ کے متبعین "مسیح موعود" یقین کرتے تھے اور اُنکی تعلیمات نے ہندوؤں اور ہندوستان کے

(باقی دیکھو ٹائیٹل صفحہ تین پر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرا مذہب مجھے کیوں پیارا ہے

مذہب کے لغوی معنی رستہ اور طریق کے ہیں۔ اور اس کے اصطلاحی معنے وہ رستہ یا وہ قانون ہے۔ جس پر چل کر انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ جائے اور اس کا مقرب و محبوب بن جائے۔ اور دینی اور دنیوی سعادت سے بہرہ اندوز ہو۔ میرا مذہب جس کا نام اسلام ہے۔ مجھے اس لئے پیارا ہے کہ وہ اپنے پیرووں کو اس امر کی بشارت دیتا ہے۔ کہ اس کو اختیار کرنے سے خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہو جاتی ہے اور دنیاوی لحاظ سے جو بڑی سے بڑی نعمت اس کے اختیار کرنے پر ملتی ہے وہ اطمینان قلب ہے جس کے بغیر انسان کی زندگی دوزخ کا نمونہ ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بلیٰ من اسلم وجہہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ھم یحزنون یعنی جس شخص نے اپنی ذات کو اپنے تمام قویٰ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا۔ اور پھر اپنی معرفت اس حد تک پہنچا دی کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ تو ایسے شخص کا اجر اس کے پروردگار کے پاس ہے۔ اور ایسے لوگوں کو ایسا اطمینان قلبی نصیب ہوتا ہے۔ کہ پھر نہ تو ان کے دل پر خوف اثر انداز ہوتا ہے۔ اور نہ حزن ان کے دلوں کی طرف راہ پکڑ سکتا ہے۔ پس اپنی تمام قوتوں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں لگا دینے اور انہیں خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت برمحل استعمال کرنے کا نام اسلام ہے۔ ؎

اسلام چیز کیا ہے خدا کیلئے فنا ٭ ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

اسی طرح فرمایا:۔ فمن تبع ھدای فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون کہ جو لوگ میرے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں گے تو ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غم کی مصیبت میں مبتلا کیے جائینگے۔ یعنی وہ لوگ ان تمام موتوں اور ذلتوں کے خوف سے جو دنیا پرستوں پر آتی ہیں۔ رہائی پا جاتے ہیں ٭

لقاء الٰہی کے حصول کا ذریعہ میرا مذہب رضاء الٰہی اور دیدار الٰہی کا صرف وعدہ ہی نہیں دیتا۔ بلکہ ان تمام وسائل اور ذرائع کو بھی بیان کرتا ہے۔ جن کے اختیار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لئے یہ ضروری خیال کرتا ہوں۔ کہ بطور نمونہ ان میں سے دو تین کا ذکر کر دوں۔

مساوات اس زمانہ میں بعض اقوام بعض کو حقیر خیال کر کے اور کالے اور گورے کا سوال اُٹھا کر کے آپسمیں جنگ برپا کرتی ہیں۔ اہل مغرب اہل مشرق کو حقیر جانتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ گویا وہ انکی خدمت کے لئے پیدا کیئے گئے ہیں۔ لیکن میرا مذہب ذات پات یا گورے اور کالے میں امتیاز کا قائل نہیں۔ بلکہ وہ سب انسانوں کو انسان سمجھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ کہ اے انسانو! ہم نے تمھیں مرد وعورت سے پیدا کیا۔ اور تمھیں قبیلے اور جماعتیں بنایا ہے صرف اس غرض سے کہ تم آپسمیں ایک دوسرے کی شناخت کر سکو۔ اس لئے نہیں کہ ایک قوم دوسری قوم سے بلحاظ انسانیت برتر و افضل ہے بلکہ فضیلت اور بزرگی صرف تقویٰ سے وابستہ ہے تم میں سے معزز وہی ہوگا جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ خدا سے ڈرنے والا۔ ہر بدی سے پرہیز کرنے والا اور ہر نیک کام کو بجالانے والا ہے۔ پس ڈاکٹر امبیدکار لیڈر اچھوت اقوام کے چرکہ کا حقیقی علاج میرے مذہب میں ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہی ہے جو ان کو مساوات دینے کے لئے ہر وقت تیار ہے اور اسی کی یہ تعلیم ہے کہ انما المؤمنون اخوۃ یعنی تمام ایمان لانیوالے آپسمیں بھائی بھائی ہیں۔ پھر عملی طور پر کئی افعال میں اس کا نمونہ دکھایا گیا ہے۔ مثلاً نماز کو دیکھو اس میں امیر و غریب فقیر و بادشاہ میں کوئی تمیز نہیں کی گئی۔ اگر ایک امیر دوسری صف میں کھڑا ہے اور ایک فقیر پہلی صف میں تو امیر کا سر سجدہ کے وقت غریب کے پاؤں کے پاس زمین پر پڑتا ہے۔ پس اگر حقیقی مساوات حاصل ہو سکتی ہے تو اسلام میں ہی مل سکتی ہے۔

تعلقات بین الاقوام حکومتوں اور قوموں کے درمیان جو تنازعات اور جنگیں واقع ہوتی ہے۔ جن سے دنیا کا امن برباد ہوتا ہے۔ اس کی روک تھام کے لئے موجودہ حکومتوں نے لیگ آف نیشنز بنائی ہے۔ لیکن جس رنگ میں اس نے اسوقت تک کام کیا ہے وہ زیادہ مفید نہیں ہے۔ چین و جاپان کی گذشتہ جنگ اور اٹالیہ ایبے سینا کی موجودہ جنگ لیگ آف نیشنز کے تساہل اور مؤثر کارروائی نہ کرنے اور ظالم کو ظلم کرنیکا موقعہ دینے کی زندہ مثال ہیں۔ اگر لیگ آف نیشنز ان ہی اصولوں پر کام کرتی جو میرا مذہب بتاتا ہے۔ تو نہ جاپان چین پر کوئی تعدی کر سکتا تھا اور نہ اٹلی ایبے سینا کی کمزور مخلوق پر دست تظلم بڑھا سکتا تھا۔ اور وہ آیت جس میں لیگ آف نیشنز بنانے کا حکم دیا گیا ہے مندرجہ ذیل ہے۔ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدٰا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

هما على الاخرى فقاتلوا التى تبغى حتى تفئ الى امر الله فان فاءت فاصلحوا بينهما بالعدل واقسطوا ان الله يحب المقسطين انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم واتقوا الله لعلكم ترحمون - یعنی اگر مومنوں کے دو گروہ (مومنوں کو اس لئے خطاب کیا ہے کہ قرآن میں خدا کے بیان کردہ احکام کو تو وہی مانے گا جو اس پر ایمان لاتا ہوگا۔ لیکن اگر دوسری اقوام اس پر عمل کرنے کیلئے تیار ہوں تو یہ حکم وسیع ہے) آپسمیں جنگ کریں۔ تو فوراً ان دونو گروہوں میں صلح کرادو یعنی ایک ایسی لیگ ہونی چاہیئے جس میں تمام قبائل یا گروہوں کے یا حکومتوں کے نمائندے ممبر ہوں جو دو لڑنے والے گروہوں کے درمیان صلح کرائیں لیکن اگر ان دو گروہوں میں سے ایک گروہ لیگ کا فیصلہ تسلیم نہ کرے۔ اور اپنی طاقت کے گھمنڈ پر دوسرے کمزور گروہ پر دست تظلم بڑھائے۔ تو تمام قبائل یا تمام حکومتوں اور تمام ممالک کے مومنوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اس باغی اور ظالم گروہ سے اسوقت تک جنگ کریں۔ یہانتک کہ وہ خدا کے حکم کے مطابق قائم کردہ لیگ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرلے۔ اگر وہ رجوع کرے یعنی لڑائی سے باز آجائے تو پھر معقول شرائط پر عدل و انصاف کے ساتھ نہ کہ انتقامی جذبہ کے ماتحت کہ اس نے لیگ کا فیصلہ کیوں قبول نہ کیا تھا۔ ان کے درمیان صلح کرادو۔ کیونکہ کچھ بھی ہو تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔ پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو۔ اور خدا تعالیٰ کو اپنی حفاظت کا ذریعہ بناؤ تا تم پر رحم کیا جائے۔ اب اس آیت میں جو یہ حکم بیان کیا گیا ہے۔ کہ اگر کوئی حکومت لیگ کے فیصلہ کو قبول نہ کرے تو تمام حکومتیں اس سے جنگ شروع کردیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو تمام کمزور قومیں طاقتور قوموں کے ظلم سے محفوظ ہوکر امن کی زندگی بسر کریں۔ اور پھر تخفیف اسلحہ کیلئے کانفرنسوں کی بھی ضرورت نہ رہے۔ کیونکہ ایک حکومت تمام حکومتوں کا مقابلہ قطعاً نہیں کرسکتی۔ چنانچہ مسٹر بالڈون نے اسی امر کی طرف اپنی تقریر میں جو ۲۷ اکتوبر کے سول میں شائع ہوئی اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے:-

M.R. Baldwin in an election broad wapt declared that if all the nations had joined the league war could have been stopped.

لیکن افسوس کہ لیگ آف نیشنز نے اس اصل پر عمل نہ کیا۔ اور نہ ہی درحقیقت کرسکتی ہے۔ کیونکہ اس کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ کہ لیگ میں شامل ہونے والی حکومتوں میں سے کسی حکومت میں خود غرضی نہ ہو۔ اور وہ تمام دنیا کے انسانوں کو بلحاظ انسانیت اپنے بھائی سمجھتے ہوں۔ لیکن لیگ آف نیشنز میں شامل ہونیوالی حکومتوں میں چونکہ نہ حقیقی اخوت پائی جاتی ہے اور نہ ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ خود غرضی سے مبرا ہے اس لئے اس اصل پر انہیں عمل کرنا دشوار ہے۔

تیسری ہدایت

میرا مذہب یہ وعدہ دیتا ہے۔ کہ اگر تم میری تعلیم پر عمل کرو گے۔ تو ہمسایہ قوموں کے ظلم سے بچ جاؤ گے۔ اور محبت و اتفاق جس کے بغیر دنیوی زندگی کا کچھ بھی لطف نہیں۔ روز بروز زیادت پذیر ہوگی۔ چنانچہ اس کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ یہ ہدایت فرماتا ہے:۔ تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون۔ یعنی ہر ایک نیک اور شریف دل انسان کو چاہیئے کہ وہ خود غرض بادشاہوں اور راجوں کے قصوں کو درمیان میں لاکر خواہ مخواہ ان کے بیجا کینوں سے جو محض نفسانی اغراض پر مشتمل تھے۔ آپ حصہ نہ لے اور سمجھے کہ وہ ایک قوم تھی جو گذر گئی ان کے اعمال انکے لئے اور ہمارے اعمال ہمارے لئے۔ ہمیں چاہیئے کہ ان کے نیک اعمال تو اختیار کریں۔ لیکن اپنی کھیتی میں ان کے کانٹوں کو نہ بوئیں۔ اور اپنے دلوں کو محض اسوجہ سے خراب نہ کریں۔ کہ ہم سے پہلے بعض ہماری قوم میں سے ایسا کر چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر ہماری ہمسایہ اقوام اس طریق کو اختیار کریں۔ تو انکے درمیان بہت جلد رشتۂ اخوت و محبت پیدا ہو کر بڑی حد تک امن اور راحت کا قیام کا موجب ہو سکتا ہے۔

چوتھی ہدایت

مذہبی اقوام کی آپسمیں لڑائی کا ایک باعث یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک قوم دوسری قوم کے بزرگوں کو برا بھلا کہتی ہے۔ تو بالمقابل دوسری قوم کو بھی وہی طریق اختیار کرنا پڑتا ہے۔ جس سے فریقین کی طبائع میں اشتعال پیدا ہو کر فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اس قسم کے فسادات سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ یہ ہدایت بیان فرماتا ہے:۔ لا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوًا بغير علم كذلك زينا لكل امة عملهم ثم الى ربهم مرجعهم فينبئهم بما كانوا يعملون۔ یعنی تم ان لوگوں کے ان معبودوں کو جنہیں وہ خدا کے سوا پکارتے ہیں۔ برا بھلا مت کہو۔ ورنہ وہ بھی نادانی کی وجہ سے زیادتی کے طور پر خدا کو برا بھلا کہیں گے۔ اور تم سمجھو کہ جیسے تمہیں اپنے عقائد اور اعمال اچھے لگتے ہیں۔ ایسے ہی دوسروں کو اپنے عقائد محبوب ہیں۔ اور جو کام انہیں کرنا چاہیئے تھا وہ ہم نے نہایت خوبصورت پیرایہ میں بیان کر دیا ہے۔ پھر وہ اپنے رب کے پاس جائینگے۔ تو وہ ان کو ان کے اعمال سے آگاہ کر دیگا۔ یعنی تمہیں ان کے بزرگوں اور ان کے معبودوں کو جو انہوں نے خدا کے سوا بنا رکھے ہیں۔ برا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ زبردستی ان سے اپنی بات منوانے کی کوشش کرنے کی حاجت ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ضرور ہی ان سے ان کے اعمال کے متعلق باز پرس کریگا۔

اگر آج تمام اہل مذاہب اس ہدایت پر عامل ہوں تو بہت سے فسادات جو ہندوستان میں رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا خاتمہ ہو جائے اور تمام مذاہب صلح و آشتی کے ساتھ ایک مقام پر زندگی گذاریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غرضیکہ میرے مذہب میں ان تمام تعلیموں کا جن پر دینی تربیتوں کی ضرورتوں کا مدار ہے۔ اور جن سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور ایسے خوبصورت اور دلکش پیرائے میں کیا گیا ہے۔ کہ ان پر جو شخص بھی غور کریگا وہ اس کا شیدائی ہوئے بغیر نہیں رہیگا۔ چنانچہ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہے۔ جن میں سے میرے مذہب کے شیدائی نہ بنے ہوں۔ مَیں نے مذہب اسلام کا خود مطالعہ کیا۔ اس لئے اس کی خوبیوں اور محاسن کو دیکھ کر مَیں نے اُسے اختیار کیا اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اور قرآن مجید کی مدح میں جو کچھ لکھا اُسے سچ اور برحق پایا۔ اور دیکھا کہ قرآن مجید جس پر مذہب اسلام کا دارومدار ہے۔ وہ واقعی ایسی کامل و مکمل اور بے نظیر کتاب ہے کہ اس کے متعلق یہ کہنا نہایت درست ہے کہ ؎

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اَجلیٰ نکلا ÷ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
یاالٰہی ترا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے ÷ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور ÷ ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

جلال الدین شمس

صداقت خیر البشر (صلی اللہ علیہ وسلم)

کسی مدعی نبوت و رسالت کی سچائی کے لئے کافی ہوتا ہے کہ (۱) دلائل عقلیہ، اس کی تصدیق کریں۔ (۲) دلائل نقلیہ، اس کی تائید میں ہوں اور (۳) بیّنات یعنی وہ معجزات و کرامات یا وہ خوارق عادت امور، جن سے اس کے زمانے کے لوگ عاجز آجائیں، اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں۔ ہاں اس کے تعلیمی پہلو پر نظر کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ جو تعلیم وہ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس کا اثر خود اس کے اپنے نفس پر اور پھر اس کے متبعین کے اخلاق و اعمال پر کیسا پڑا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ اگر یہ چار قسم کے دلائل، کسی کی تائید و تصدیق کریں تو وہ یقیناً اپنے دعویٰ میں صادق اور منجانب اللہ سمجھا جائے گا۔

حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پرکھنے کے لئے بھی ہمیں انہیں باتوں پر غور کرنا چاہیئے سو مَیں بِحَوْلِہٖ وَ قُوَّتِہٖ ذیل میں ترتیب وار ان تمام دلائل کو لکھتا ہوں۔ مگر یاد رہے کہ مَیں ہر نوع میں سے بطور مشتے نمونہ از خروارے صرف چند باتیں عرض کرونگا۔ ورنہ اس آفتاب صداقت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے لئے تو اس قدر دلائل و براہین ہیں کہ ان کو بالاستیعاب تحریر میں لانا اور بیان کرنا، میرے ایسے ضعیف البنیان، انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ چنانچہ عرصہ چودہ سو سال کا ہو رہا ہے کہ اکابر علماء و ائمہ اور مجددین اُمت آپؐ کی صداقت کے دلائل بیان کرتے کرتے تھک گئے مگر ان کا اختتام ابھی تک نہیں آتا اور ان سب سے آخر میں حضرت سُلطان القلم علیہ الصلوٰۃ و السّلام کے ذریعہ سے جس قدر ثبوت آپؐ کی حقانیت پر پیش ہوئے ہیں، اس کی نظیر دنیا میں مفقود ہے۔ مگر نہیں کہہ سکتے کہ یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ بلکہ نئے سے نئے دلائل اور نئے سے نئے ثبوت، حضورؐ کی حقیقت کے اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہو رہے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہینگے۔ پس مَیں اس بحرِ عمیق میں سے چند قطرے پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ میری معروضات کو بنظرِ غور و انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ ؎

جب کُھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا ٭ نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ حیا یہی ہے

قرآن مجید کے کمالاتِ مخصوصہ و حسن ذاتی میں سے ایک کمال و حسن یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دعوے کا ثبوت بزنگ دلیل خود بیان فرماتا ہے، چنانچہ امور متذکرہ بالا میں سے ہر امر کو مَیں قرآن مجید ہی سے پیش کرونگا وباللہ التوفیق۔

دلائل عقلیہ | اس سے مراد وہ امور ہیں کہ جو عقلاً کسی دعویٰ کو ثابت کرنے کا باعث و موجب ٹھیریں۔

پہلی دلیل | فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون (سورۃ یونس ع ۲) کہ جسے تم آج جھوٹا اور مفتری کہتے ہو۔ یہ وہی ہے، جسے تم اس دعوٰی سے قبل، ہمیشہ صادق اور امین کے لقب سے ملقب کرتے رہے ہو اور یہ لقب تم نے غلطی اور ناتجربہ کاری سے، آپؐ کو نہ دیا تھا، بلکہ تم نے اس کا ایک لمبے عرصے تک تجربہ کیا، ہر موقعہ پر اس کی امانت و دیانت کا مشاہدہ کیا، اس کی صداقت و راستگوئی کو دیکھا، غرضیکہ ہر طرح اسے آزمایا، جانچا اور جب یہ ہر وصف میں ہر کمال میں اور ہر طریق سے کھرا نکلا تو پھر تم نے اسے امین و صدیق کرکے پکارا۔ پس کس طرح آج تم خیال کرتے ہو کہ یہ جھوٹ بولتا ہے افلا تعقلون۔ عقل سے کام لو، غور و فکر میں غوطہ زن ہو، کیا وہ شخص جس نے تمہارے اندر ایک بہت بڑا حصہ اپنی عمر کا گذارا اور عمر بھی وہ، کہ جس میں طبعاً انسان بدیوں کی طرف مائل ہوتا اور اس کے قوٰی بہیمیہ اور جذباتِ نفسانیہ جوشوں پر ہوتے ہیں یعنی جوانی کی عمر میں کبھی اس نے جھوٹ بولا۔ افترا سے کام لیا اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر کس طرح باور کرسکتے ہو کہ آج بڑھاپے کو پہنچکر جبکہ انسان کی اُمنگیں اور خواہشات کمزور بلکہ قریب الاختتام ہوچکی ہوتی ہیں۔ یہ جھوٹ اور افترا کا مرتکب ہوگیا۔ جبکہ اس نے چالیس سال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے عرصہ میں، کبھی کسی انسان کی طرف جھوٹی اور خلاف واقعہ بات منسوب نہیں کی۔ تو کیا اب یہ اتنی بڑی جرأت کرسکتا تھا کہ احکم الحاکمین پر افترا کرنے لگ جاتا۔ کیا دنیا میں کبھی تم نے دیکھا کہ ایک شخص پیدائش سے لیکر چالیس برس کی آخری رات تک تو راستباز و امین ہو۔ ہر امتحان میں ثابت قدم اور تقوٰی و طہارت میں یکتا ہو۔ اور اسی حالت میں وہ سویا ہو مگر صبح آنکھ کھولتے ہی وہ اتنا بڑا جھوٹ بولنا شروع کردے کہ جس سے بڑھ کر کوئی جھوٹ نہیں اور جس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ومن اظلم ممن افترٰی علی اللّٰہ کذبًا۔ اگر نہیں دیکھا اور ہرگز نہیں دیکھا تو کیا تم عقل نہیں کرتے کہ پھر محمد رسول اللہ صلعم، کس طرح اتنی بڑی جرأت کرسکتا تھا۔

پس آپؐ کی قبل از دعوٰی زندگی کا پاک ہونا، ایسا کہ دشمن کو بھی آپؐ کی طہارت، پاکیزگی، دیانت، امانت اور صداقت کا اقرار کرنا پڑا۔ نہایت وزنی، دقیع اور قوی دلیل ہے۔ اس بات کی کہ آپؐ مفتری علی اللہ اور کاذب فی الدعوٰی ہرگز نہ تھے۔

اے منکرین نبوّت آنحضرت صلعم! جاؤ، دنیا میں اس شخص کو تلاش کرو۔ جس نے، ان لوگوں کے سامنے جن میں وہ پیدا ہُوا۔ جنہوں نے اس کی چالیس سالہ زندگی دیکھی، مختلف مواقع میں اس کا امتحان کیا، زندگی کے ہر شعبہ میں سے، اسے گذرتے دیکھا۔ غرض اس کا بچپن دیکھا، اس کا شباب دیکھا، اسے مجرد دیکھا، اسے متأہل دیکھا، علی الاعلان یہ منادی کی۔ کہ تم میرے چال چلن پر، میرے عدل و انصاف پر، غرض میرے کسی خلق پر انگشت نمائی کرو۔ لیکن وہ لوگ نہ صرف یہ، کہ اس کی طرف کوئی عیب منسوب نہ کرسکے۔ اور باوجود اس کی جان کے دشمن اور خون کے پیاسے ہونے کے، اسے "جھوٹا" نہ کہہ سکے، بلکہ سب نے یکزبان ہوکر یہ اقرار کیا ماجرّبنا علیک الا صدقا، کہ ہم نے ہمیشہ تیری زبان سے سچ ہی سُنا۔ مگر پھر بھی وہ مفتری علی اللہ اور اپنے دعوٰی ماموریت میں جھوٹا ہو۔ اور اگر اس قسم کا ایک شخص بھی تمھیں نہ مل سکے اور ہرگز نہ مل سکیگا، اور تواریخ عالم، ایسی ایک مثال بھی پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہو اور یقیناً ہے تو پھر ہوش کرو۔ عقل کرو۔ کیوں محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت میں شبہ کرتے ہو افلا تعقلون۔

دوسری عقلی دلیل

پھر ایک اور عقلی دلیل آپؐ کی صداقت پر قرآن مجید نے بیان کی ہے۔ فرمایا:۔ ام یقولون افترٰہُ قل فأتوا بعشرِ سُوَرٍ مثلہ مفتریٰتٍ وادعوا من استطعتم من دون اللّٰہ ان کنتم صادقین (سورۃ ہود ع ۲) یعنی اگر آنحضرت صلعم کی نبوّت کے مُنکر پہلی دلیل کے ہوتے ہوئے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ آپؐ جو کلام پیش کرتے ہیں وہ کلام الٰہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں بلکہ اسے از خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے تو انہیں کہو، کہ اگر تم اس خیال میں سچے ہو تو تم اِس قسم کی صرف دس ہی سورتیں اپنے پاس سے بنا کر لے آؤ۔ پھر دیکھو، کہ مفتری علی اللہ کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اِس عقلی دلیل کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی جھوٹا دعویٰ کرے اور اپنے پاس سے ایک عبارت بنائے پھر اسے وحی والہام الٰہی کہکر مشہور کرے، اور اسی افترا پر وہ ایک عرصہ دراز تک قائم رہے۔ مگر بایںہمہ وہ ہلاک نہ ہو اور خدا کی گرفت سے بچا رہے، بلکہ دن بدن اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتا چلا جائے تو یقیناً اِس سے خدا کی خدائی میں فتور لازم آئیگا۔ اور حق و باطل میں فرق کرنا، نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہو جائیگا۔ پس ضروری ہے کہ ایسا مفتری بہت جلد ہلاکت و ناکامی کا مُنہ دیکھے، ہم دیکھتے ہیں کہ دنیوی گورنمنٹ بھی اپنے باغی و سرکش کو اس کی بغاوت و سرکشی میں مہلت نہیں دیتی اور اپنی طرف از راہِ فریب، منسوب ہونے والے عہدیدار کو فوراً گرفتار کرکے اسے عبرتناک سزا دیتی ہے اور کسی قسم کی رعایت اسے نہیں دی جاتی۔ تو پھر احکم الحاکمین اور شہنشاہوں کے شہنشاہ کی حکومت و سلطنت میں یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے باغی کو جو اس کی مخلوق کو گمراہ کر رہا ہے ڈھیل دے۔ اور اگر ایسا جائز ہو تو پھر سچے اور جھوٹے میں مابہ الامتیاز کیا رہا۔ پھر تو اگر لوگ ایک جھوٹے مدعی کو مان لیں، اور ایک سچے کا انکار کر دیں تو وہ یقیناً ملزم و مجرم نہ ہونگے، لیکن کون عقلمند ہے جو اِس امر کا قائل ہو سکے۔ پس اس اصل کو مدّنظر رکھتے ہوئے، ہر عاقل و فہیم انسان کو غور کرنا چاہئے کہ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلعم نعوذ باللہ مفتری علی اللہ ہوتے تو انہیں، دربار الٰہی سے اتنی مہلت ہرگز نہ ملتی اللہ تعالیٰ نے اس دلیل کو کئی جگہ مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ الحاقہ میں فرمایا:۔

لو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین فما منکم من احد عنه حاجزین

کہ اگر آنحضرت صلعم ہم پر کچھ بھی افترا کرتا تو ہم فوراً اسے پکڑتے اور اس کے تمام کاروبار کو تباہ و برباد کر دیتے اور رُوئے زمین میں سے کوئی فرد بشر بھی اسے ہماری گرفت سے بچا نہ سکتا۔ پس آپؐ کا گرفت الٰہی سے بچے رہنا اور اتنی مہلت پالینا کہ جتنی مہلت کبھی بھی، کسی جھوٹے مدعی کو نہیں دی گئی، یہ کُھلا کُھلا ثبوت ہے اس امر کا، کہ آپؐ اپنے دعویٰ ماموریت میں صادق تھے۔ اور اگر کسی کو خیال ہو کہ مفتری علی اللہ بھی اتنی مہلت پا سکتا اور گرفت الٰہی سے بچ سکتا ہے تو وہ آپ خدا پر افترا کرکے دیکھ لے۔ کہ مفتری کا انجام کیا ہوتا ہے۔ کیا منکرین نبوّت آنحضرت صلعم، نہیں دیکھتے کہ جس نے بھی مامور ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا وہ ناکام و نامراد ہو کر مرا۔ اور اگر کسی کو ہماری اِس بات پر تردد ہو۔ تو وہ صرف ایک ہی مثال پیش کر دے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ فلاں شخص نے جھوٹا دعویٰ نبوت کر کے حضرت محمد رسول اللہ صلعم جتنی مہلت پائی اور حضورؐ جیسی کامیابی وکامرانی حاصل کی۔ مگر یاد رکھیں، ابتدائے آفرینش سے لیکر تا ایندم، ایک نظیر بھی ایسی نہ مل سکیگی۔ پس یہ ایک قطعی اور یقینی ثبوت ہے آنحضرت صلعم کے راستباز ہونے کا اور ایک ناقابل تردید، برہان ہے آپؐ کے سچے مامور ہونے کا۔ فان لم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ و ان لا الہ الا ھو فھل انتم مسلمون ٭

دلائل نقلیہ

دلائل عقلیہ کے بعد، دلائل نقلیہ کا درجہ ہے۔ کیونکہ اوّل الذکر کا اثر عام اور وسیع تر ہے یعنی ان سے ہر شخص پر حُجت قائم کی جا سکتی ہے خواہ کسی مذہب کا پیرو ہو، لیکن ثانی الذکر صرف، اسی شخص یا قوم پر حُجت ہو سکتے ہیں کہ جس کی مسلّم کتب سے وہ پیش کیئے جائیں۔ اسلئے دلائل عقلیہ کے بعد، اب مَیں دلائل نقلیہ بیان کرتا ہوں۔ گو باوجود، محرّف و مبدّل ہو جانے کے، تمام الہامی کتب میں سے آنحضرت صلعم کی صداقت، ثابت کی جا سکتی ہے، مگر مضمون کی طوالت سے بچنے کے لئے، صرف تورات ہی سے ایک حوالہ عرض کرتا ہوں، جو کہ یہود و نصاریٰ، ہر دو قوم کی مسلّم الہامی کتاب ہے۔ اور قرآن مجید نے اس کا نام لیکر پیش کیا ہے چنانچہ فرمایا یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ (اعراف) پھر فرمایا ومن قبلہ کتاب موسیٰ (ہود) حضرت موسیٰؑ کی پانچویں کتاب استثنا، باب ۱۸ آیت ۱۸ میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے (بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے) انکے ایک مثیل نبی کے آنے کی بشارت درج ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں) :-

اُقِیْمُ لَھُمْ نَبِیًّا مِنْ وَسطِ اِخْوَتِکَ مِثْلَکَ وَاجْعَلُ کَلَامِی فِی فَمِہٖ فَیُکَلِّمُھُمْ بِکُلِّ مَا اُوْصِیْہِ - یعنی "مَیں ان کے لئے، ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا، ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام، اس کے مُنہ میں ڈالونگا اور جو کچھ مَیں اسے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہیگا"

اس بشارت کا مصداق یہود کے نزدیک تو، اب تک کوئی ہُوا ہی نہیں۔ اور نصاریٰ اسے حضرت مسیحؑ پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ ہر دو فریق سخت غلطی اور دھوکے میں ہیں، کیونکہ یہ بھی صحیح نہیں کہ "وہ نبی" اب تک ظاہر نہیں ہُوا۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ اس سے مراد حضرت مسیحؑ ہیں۔ بلکہ واقعات تاریخیہ، قرائن قویہ اور خود الفاظ پیشگوئی بآواز بلند، یہ شہادت دے رہے ہیں کہ اس کا مصداق نبی امی رسول عربی محمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی و جسمی ہیں۔ جیسا کہ خود فخر موجودات سرور کائناتؐ نے اعلان کیا، کہ میری آمد کی پیشگوئی تورات میں موجود ہے۔ النبی الامی الذی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلکہ واضح لفظوں میں "مثیل موسیٰؑ" ہونے کا بھی دعویٰ کیا، چنانچہ فرمایا:-

انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔

کہ میں اس رسول کی "مانند" ہوں جو فرعون کی طرف آیا تھا۔ (یعنی موسیٰؑ)۔

اس پیشگوئی کا مصداق مسیحؑ نہیں

اناجیل اربعہ میں کہیں یہ نہیں لکھا، کہ کبھی مسیحؑ نے بھی اس بشارت کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیا۔ اور انہوں نے کبھی "مثیل موسیٰؑ" ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور در اصل کوئی اسرائیلی نبی، یہ کہہ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ مثیل موسیٰؑ ہے کیونکہ وہ سارے کے سارے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلفاء اور انہیں کی شریعت پر مامور تھے پس مثیل موسیٰؑ کا دعویٰ ان کے لئے موزون و مناسب ہی نہ تھا۔ ہاں "وہ نبی"، جو موسوی شریعت کے بالمقابل ایک نئی شریعت کا بانی ہوا اسی کی شان کے شایاں تھا کہ وہ مثیل موسیٰؑ کا دعویٰ کرتا۔

پس پہلا ثبوت اس امر کا کہ حضرت مسیحؑ اس کے مصداق نہیں یہ ہے کہ انہوں نے خود مثیل موسیٰؑ یا موسیٰؑ کی مانند ہونے کا کہیں بھی دعویٰ نہیں کیا باقی رہا عیسائیوں کا ایسا دعویٰ کرنا، تو یہ مدعی سست گواہ چست کا مصداق ہے۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ وہ مثیل موسیٰؑ کہلا ہی نہ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے خلفاء میں سے تھے اور انہیں کی شریعت کے تابع تھے۔

تیسرا ناقابل تردید ثبوت یہ ہے کہ بنی اسرائیل، مسیحؑ سے قبل تین نبیوں کی آمد کے منتظر تھے۔

۱- مسیح - ۲- ایلیاہ - ۳- وہ نبی -

جیسا کہ مندرجہ ذیل حوالوں سے ظاہر ہے:-

(۱) یوحنا $\frac{۱}{۲۰-۲۵}$ وَاَقَرَّ اَنِّیْ لَسْتُ اَنَا الْمَسِیْحَ فَسَأَلُوْہُ اِذًا مَاذَا اِیْلِیَّا اَنْتَ فَقَالَ لَسْتُ اَنَا۔ اَلنَّبِیُّ اَنْتَ۔ فَاَجَابَ لَا۔ ..... وقالوا له فما بالك تُعَمِّدُ اِنْ كُنْتَ لَسْتَ الْمَسِیْحَ وَلَا اِیْلِیَّا وَلَا النَّبِیَّ۔

یعنی جب یہودیوں نے کاہنوں اور لادیوں کو یوحنا سے یہ پوچھنے کو بھیجا، کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا، کہ میں مسیحؑ نہیں ہوں۔ تب انہوں نے اس سے پوچھا، پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا، میں ایلیاہ بھی نہیں ہوں، پھر انہوں نے پوچھا، کیا تو "وہ نبی" ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں "وہ نبی" بھی نہیں ہوں .... اور انہوں نے اس سے یہ سوال کیا، کہ اگر تو نہ مسیح ہے، نہ ایلیاہ، نہ "وہ نبی" تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ بنی اسرائیل علاوہ مسیحؑ اور ایلیاہ کے ایک تیسرے نبی کے بھی منتظر تھے جسے وہ اس کی شہرت کی وجہ سے بجائے اس کا نام لینے کے، "وہ نبی" کہکر اس کی طرف اشارہ کر دینا کافی سمجھتے۔ دوسری یہ کہ یوحنّا نبی بھی اس کی آمد اور پیشگوئی کو جانتے تھے۔ ورنہ وہ صاف کہدیتے کہ ان دو کے سوا تیسرا کون موعود نبی ہے کہ تم مجھ سے اس کی بابت بھی سوال کرتے ہو بلکہ یہ بھی معلوم ہُوا کہ اس تیسرے موعود نبی کی آمد ان میں ایسی مشہور و معروف تھی کہ اُسے صرف "وہ نبی" کہنا کافی تھا یہی وجہ ہے کہ جب یہود نے اس کی طرف "وہ نبی" کہکر اشارہ کیا تو یوحنا نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کون؟ بلکہ چونکہ آپ ان کا مطلب خوب سمجھتے تھے اور اس کا مصداق بھی اپنے آپکو نہ جانتے تھے اس لئے فوراً کہا کہ میں "وہ نبی" نہیں ہوں۔

(۲) دوسرا حوالہ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب مسیحؑ کے سوا، ایک دوسرے نبی کے بھی منتظر تھے، جسے وہ لوگ "وہ نبی" کر کے تعبیر کرتے تھے یہ ہے:۔

فکثیرون مِنَ الجمع لمّا سمعوا ھٰذا الکلام قالوا ھٰذا بالحقیقۃ ھُوَ النّبیُّ۔
اٰخرون قالوا ھٰذا ھو المسیحُ .... فَحَدَثَ انشقاقٌ فی الجمع لِسَبَبِہٖ۔

یعنی بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں سُنکر کہا، فی الحقیقت یہ "وہ نبی" ہے۔ اور بعضوں نے کہا، کہ نہیں یہ مسیح ہے..... پس لوگوں میں اس کی بابت اختلاف ہُوا۔ یوحنّا ۷/۴۰-۴۳

پس صاف ظاہر ہے کہ "وہ نبی" سے مراد حضرت مسیحؑ یقیناً نہیں ہوسکتے کیونکہ "وہ نبی" تو مسیح اور ایلیاہ دونو کے علاوہ کوئی اور ہے۔

شائد کہا جائے کہ اس سے یہ کیونکر ثابت ہُوا کہ "وہ نبی" سے مراد مثیل موسیٰؑ ہی ہے جس کی پیشگوئی استثناء ۱۸/۱۸ میں کی گئی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خود عیسائیوں کو بھی مسلّم ہے کہ "وہ نبی" اور مثیل موسیٰؑ ایک ہی وجود ہے چنانچہ یوحنّا ۱/۲۱ پر ہر بائیبل میں استثناء ۱۸/۱۸ ہی کا حوالہ دیا گیا ہے۔ دیکھو ریفرنس بائیبل۔

پس جیسا کہ "وہ نبی" سے مراد یقیناً وہی نبی ہے کہ جس کا ذکر استثناء ۱۸/۱۸ میں ہے اور یوحنّا ۱/۲۱-۲۵ و ۷/۴۰-۴۳ سے یہ قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ "وہ نبی" مسیحؑ کے سوا کوئی اور ہے تو اب یہ ماننے میں کیا شک رہا کہ استثناء ۱۸/۱۸ والے موعود نبی یعنی مثیل موسیٰؑ کی پیشگوئی کا مصداق مسیح نہیں۔

چوتھا ثبوت یہ ہے، کہ خود مسیحؑ بھی اپنے بعد، ایک عظیم الشان نبی، "روح حق" اور "سردار جہان" کے آنے کی خبر دیتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت مسیحؑ کو معلوم ہُوا، کہ ان کا وقت اب بالکل قریب ہے اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرنے سے انسان اس بزرگ نعمت سے متمتع ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ من کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرك بعبادة ربه احدا یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کا دیدار چاہتا ہے۔ اُسے چاہیئے کہ وہ ایسے کام کرے۔ جس میں کسی قسم کا فساد نہ ہو۔ یعنی ایک ذرہ نفس کی پیروی نہ ہو اور چاہیئے کہ وہ اپنے ربّ کی عبادت میں کسی چیز کو بھی شریک نہ کرے۔

پھر ایک اور آیت میں جنّت کے حصول کا طریق جو رضاءِ الٰہی کا مقام ہے بیان فرمایا ہے:۔ وبشر الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت انّ لهم جنات تجری من تحتها الانهار یعنی تو ان لوگوں کو بشارت دے۔ جو ایمان لائے۔ پھر ایسے اعمال کیئے جن میں کسی قسم کے فساد کی ملونی نہ تھی۔ انہیں اس کے عوض میں باغات ملیں گے جن میں نہریں بہتی ہونگی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے مقابلہ میں باغات اور نہروں کا ذکر کرکے یہ نکتہ معرفت بتایا ہے۔ کہ جو تعلق باغات اور نہروں کا آپس میں ہے۔ وہی ایمان اور اعمال صالحہ میں ہے۔ یعنی جیسے باغ کے درخت پانی کے بغیر سُوکھ جاتے ہیں۔ اور بے ثمر رہتے ہیں ویسے ہی ایمان جو ایک درخت کی طرح ہے۔ جسے انسان اپنے قلب میں لگاتا ہے۔ اگر اُسے اعمال صالحہ کے پانی سے نہ سینچا جائے تو وہ بھی ثمر ور نہیں ہو سکتا۔ پس میرا مذہب رضاءِ الٰہی اور جنّت کو حاصل کرنیکے لئے دُو باتوں کا اختیار کرنا ضروری قرار دیتا ہے۔ ایک ایمان اور دوسرے اعمال صالحہ۔ اور ظاہر ہے کہ جب یہ دونو باتیں کسی انسان میں جمع ہو جائینگی۔ تو اس کی دینی و دنیوی حالت کا سُدھر جانا یقینی امر ہے۔

اُمید کو برقرار رکھنا

پھر میرے مذہب میں ایک یہ خوبی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا اور دیدار کے طالب کی امید کو برقرار رکھتا ہے اور اس کو مایوس نہیں ہونے دیتا اور امید ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس سے انسان اپنے مقصود کے حصول کے لئے لگا رہتا ہے۔ اور اگر اس کی امید منقطع ہو جائے اور وہ جان لے کہ اس کا مقصود ناممکن الحصول ہے۔ تو وہ مایوس ہو کر کوشش ترک کر دیا کرتا ہے۔ جیسے کہ اگر کوئی کسی مکان کے متعلق یہ خیال کرے۔ کہ اس میں اس کا محبوب موجود ہے۔ اور وہ جواب دینے پر بھی قادر ہے۔ پھر وہ یہ خیال کرکے کہ شاید وہ سویا ہُوا ہو۔ اس کا انتظار کرے۔ لیکن جب سونے کا وقت بھی گذر جائے اور اس مکان میں ایسے کوئی آثار ظاہر نہ ہوں۔ جس سے معلوم ہو کہ اس کے اندر کوئی زندہ موجود ہے۔ تو آہستہ آہستہ اس شخص کی امید کم ہوتے ہوتے بکلی منقطع ہو جائے گی۔ اور وہ سمجھے گا۔ کہ یا تو میرا خیال غلط ہے یا میرا محبوب اس میں تھا تو لیکن اب وہ مر گیا اور زندہ نہیں۔ اسی طرح جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف قدم اُٹھاتا ہے۔ اور قسم قسم کے مجاہدات اور ریاضتیں اس کے وصال کی خاطر کرتا ہے۔ اور ہر قسم کی تکالیف اُٹھاتا اور اپنی عمر کا ایک بہت بڑا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ جلد ہی گرفتار ہونے والے ہیں۔ تو انھوں نے حواریوں کو بہت سی نصائح کیں، جن میں یہ بھی فرمایا:۔

"میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا اور وہ تمھیں دوسرا "فارقلیط" دیگا۔ لیکن میں تمھیں سچ کہتا ہوں کہ تمھارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو "فارقلیط" (محمد) تمھارے پاس نہ آویگا ۔۔۔۔ عدالت سے اس لئے، کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے، میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمھیں کہوں، مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آوے، تو وہ تمھیں [illegible]ری سچائی کی راہ بتادیگی اس لئے، کہ وہ اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ وہ سُنے گی وہ کہے گی" (یوحنا باب ۱۴ و ۱۶)

اگر مجھے طوالت کا ڈر دامنگیر نہ ہوتا تو میں بدلائل قاطعہ اور تحقیق انیق سے روز روشن کی طرح ثابت کردیتا، کہ "روحِ حق" یا "روحِ پاک" اور "فارقلیط" اور "سردارِ جہان" سے مراد بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی نہیں۔ ہاں اتنا یاد رہے کہ "روحِ حق" سے مراد پیغمبر برحق بھی لیا جاتا ہے چنانچہ نامۂ یوحنا عا باب ۴ کی پہلی آیت میں ہے:۔

"اے عزیزو! ہر ایک روح کا یقین نہ کرو، بلکہ روحوں کو آزماؤ، کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی، دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔" نیز یہ کہ "فارقلیط" (لفظ عبرانی) کے لئے یونانی کے پُرانے ترجموں میں "پریکلیوطاس" کا لفظ تھا مگر بعد میں اسے بتغیّر لیسیر پیریکلیطاس کردیا گیا ہے، جس کے معنے اب عموماً تسلّی دینے والا کیئے جاتے ہیں۔

پس حضرت مسیحؑ جس کی بابت پیشگوئی کر رہے ہیں، وہ یقیناً حضرت مسیحؑ کے سوا کوئی اور ہے۔ اور اگر دوسرے قرائن کو مدِ نظر رکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ "وہ نبی" جس کا وعدہ تمام گذشتہ انبیاء علی الخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیا تھا۔ اسی کی طرف حضرت مسیحؑ نے اشارہ کیا ہے۔

پانچواں ثبوت

پانچویں شہادت کہ اس بشارت کا مصداق مسیحؑ نہیں بلکہ ان کے بعد (ان کی آمد ثانی سے قبل) ظاہر ہونے والا ہے، پطرس حواری کا قول ہے چنانچہ وہ کہتا ہے:۔

"پس توبہ کرو، تاکہ تمھارے گناہ مٹائے جائیں اور وہ اس یسوع مسیح کو، جو تمھارے واسطے مقرر ہوا ہے، بھیجے۔ ضرور ہے، کہ وہ آسمان میں، اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کیجائیں، جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے، چنانچہ موسیٰ نے کہا، کہ خداوند خدا تمھارے بھائیوں میں سے، تمھارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سُننا اور یہ ہوگا، کہ جو شخص اس نبی کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ سُنیگا وہ اُمّت میں سے نیست و نابود کردیا جائیگا۔" (اعمال ۳/ ۱۹-۲۳)

اِس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا، کہ بشارت مذکورہ کا مصداق مسیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ صاف کہا گیا ہے کہ مسیحؑ کی آمد ثانی نہیں ہو سکتی جب تک کہ "وہ نبی" نہ آلے کہ جسکی بابت موسیٰ نے پیشگوئی کی ہوئی ہے فاین المفرّ

چھٹا ثبوت چھٹا ثبوت یہ ہے کہ واقعات خود بتا رہے ہیں کہ اس کا مصداق مسیحؑ نہیں، کیونکہ اس میں علاوہ اور باتوں کے ایک بات، اس موعود نبی کے متعلق یہ بھی بیان کی گئی ہے، جو دراصل تمام پیشگوئی کی جان ہے کہ وہ موسیٰؑ کی مثل اور [illegible] کے مشابہ ہوگا۔ مگر ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قطعاً مشابہت اور مماثلت نہیں ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السّلام میں مندرجہ ذیل باتیں پائی جاتی تھیں:-

(۱) آپؑ صاحب شریعت تھے۔

(۲) آپؑ کو اپنے مخالفوں سے جہاد کرنے کا حکم ہُوا، اور آپؑ نے جہاد کیا۔

(۳) آپؑ نے اپنی قوم کو غلامی سے نکال کر بادشاہی تک پہنچایا۔

(۴) اپنی قوم کے ظاہری و باطنی بادشاہ تھے۔

(۵) صرف واعظ نہ تھے، بلکہ کارپرداز بھی تھے۔

(۶) قوموں اور ملکوں کے فاتح تھے، وغیرہ۔

مگر حضرت مسیحؑ میں، ان میں سے ایک بات بھی نہ پائی جاتی تھی۔ اور برخلاف اِس کے ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ تمام باتیں موجود تھیں۔ پس آپؐ ہی "مثیل موسیٰؑ" ہو سکتے ہیں نہ کہ مسیح، اور عجیب بات ہے کہ عیسائی مسیحؑ کو نبی نہیں بلکہ خدا اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں پھر نامعلوم، وہ پیشگوئی، جس میں ایک "نبی" کا وعدہ دیا گیا ہے، مسیحؑ پر کیوں اور کس طرح چسپاں کرتے ہیں۔ "تجھ میں سے" جو استثناء ۱۸/۱۵ میں لکھا گیا ہے۔ آنحضرت صلعم پر صادق نہیں آتا۔ مگر اوّل تو یہ لفظ بعد کی ایجاد معلوم ہوتا ہے کیونکہ

(۱) اٹھارھویں آیت میں، جہاں الہام کے اصلی الفاظ منقول ہیں یہ لفظ نہیں ہے۔

(۲) پطرس حواری نے موسیٰؑ کا یہ الہام درج کیا ہے مگر اس میں بھی یہ لفظ نہیں ہے۔ دیکھو اعمال ۳/۲۲

(۳) استفانوس حواری، جو "ایمان اور روح القدس سے بھرا ہُوا تھا" "اور فضل اور قوّت سے بھرا ہُوا، لوگوں میں بڑے بڑے عجیب کام اور نشان ظاہر کیا کرتا تھا" (اعمال ۶/ ۸ و ۵) جب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت موسیٰؑ کا یہ قول نقل کرتا ہے تو وہ بھی یہ لفظ نہیں لکھتا۔ دیکھو اعمال ۳/۷۔
ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حواریوں کے زمانہ میں، جو توریت کے نسخے تھے، ان میں یہ لفظ نہ تھا۔ بعد میں زیادہ کیا گیا ہے یا کاتب کی غلطی سے زائد ہو گیا ہے۔

(۴) توریت کے قدیم اور نہایت معتبر ترجمہ، سپٹوا ایجنٹ میں بھی یہ فقرہ نہیں ہے۔

دوسرے اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اس صورت میں، اس کے بعد کا فقرہ یعنی "تیرے بھائیوں میں سے"، اس کا بدل سمجھا جائیگا (شائد اسی وجہ سے دوسرے مقامات پر جب اس عبارت کو لکھا گیا تو یہ فقرہ اڑا دیا گیا ہے۔ کیونکہ اصل مقصود بدل ہی ہوتا ہے) اور اس فقرے کو لاکر پھر اس کا بدل لانے کی ضرورت، اس لئے پیش آئی، کہ اگر صرف یہی ہوتا کہ "تیرے بھائیوں میں سے"، تو اس سے یہ احتمال پیدا ہو سکتا تھا، کہ شائد وہ موعود نبی، بنی اسرائیل ہی میں سے آئیگا، لیکن جب پہلے کہا "تجھ میں سے" اور پھر بطور بدل کہا، کہ "تیرے بھائیوں میں سے" تو اس سے وہ احتمال بالکل زائل ہو گیا۔ کیونکہ اگر بجز اس ترکیب کے یہ فقرہ لغو جاتا ہے کیونکہ پہلے فقرہ کا مفہوم جبکہ بنی اسرائیل پر صادق آنے کے لحاظ سے نہایت واضح اور روشن تھا تو پھر دوسرے فقرہ کے بڑھانے کی ضرورت ہی کیا تھی، فتدبّر۔

اور مزید ثبوت، کہ "تیرے بھائیوں میں سے" کہکر بنی اسمٰعیل ہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے نہ کہ خود بنی اسرائیل کی طرف یہ ہے، کہ چونکہ یہاں مخاطب بنی اسرائیل ہیں اس لئے ان کے بھائی ان کے غیر ہی ہو سکتے ہیں۔ یعنی بنی قیدار (اولاد حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام) یا بنی عیسو یا بنی قطورہ (یہی چار قومیں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد میں ہوئی ہیں) لیکن بنو عیسو اور بنو قطورہ کا مراد نہ ہونا اوّل تو مسلّم فریقین ہے دوسرے بنی قطورہ سے نہ خدا نے کسی قسم کا وعدہ کیا اور نہ ان میں سے کسی نبی کے ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور بنی عیسو کے متعلق پیدائش باب ۲۷ سے ظاہر ہے کہ ان سے برکت اور نبوّت کی اُمید ہی منقطع ہو گئی تھی۔ پس اس سے مراد یقیناً بنی اسمٰعیل ہی ہیں نیز حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام سے خدا تعالیٰ نے برکت کا وعدہ بھی کیا تھا۔ دیکھو پیدائش ۱۶/۱۰تا۲۰ و ۲۱/۱۷، ۲۱ وغیرہ۔

پس بمطابق ان وعدوں کے ضروری تھا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی اولاد میں سے بھی کوئی نبی مبعوث کیا جاتا سو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور وہی بشارت کے مصداق ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بینات اللہ تعالیٰ فرماتا ہے افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ کہ ہمارا رسول اپنے ساتھ "بینات" بھی رکھتا ہے سو اس ضمن میں، میں صرف پانچ ثبوت ذکر کرونگا، کیونکہ اس بحرِ ناپیدا کنار کے آخری کنارے کو آنکھ سے دیکھنا بھی، میرے ایسے محدود العلم، انسان کیلئے ممکن نہیں، چہ جائیکہ، اس کی گہرائیوں تک رسائی ہو سکے قبل اس کے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کے ان معجزانہ کارہائے نمایاں کو بیان کروں، یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ گو معجزہ اس امر کا نام نہیں، کہ وہ اوّلین وآخرین کی طاقت سے بالاتر ہو، بلکہ معجزہ سے مُراد صرف اسی قدر ہے، کہ اس امر پر سوائے راستباز اور سچے نبی کے کوئی قادر نہ ہو سکے۔ لیکن تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مَیں ایسے معجزات معقولی پیش کرونگا، کہ جن کی نظیر دوسرے انبیاءؑ میں بھی نہیں پائی جاتی۔ وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔

(باقی دارد)

کتابُ التوحید

(بجواب رسالہ)

اثبات التثلیث فی التوحید

(نمبر ۷)

پادری عبد الحق صاحب کی دوسری دلیل

الامر التاسع

خدا تعالیٰ کو وحدت محض یا کثرت محض کے ساتھ تعیین کرنے سے اُسے کمیت لازم آتی ہے کیونکہ اُس کی ذات کمیت مقدار سے پاک ہے۔

الجواب الاوّل

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ خدا کو مسلمانوں کی طرح واحد نہ کہنا چاہیئے کیونکہ واحد ایک عدد ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور واحد کہنے سے خدا کے عدد کا اظہار ہوتا ہے اور عدد سے اُس میں کمیّت لازم آتی ہے حالانکہ خدا کمیّت سے پاک ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں۔ کہ تری مورتی والوں کی طرح خدا کو تین بھی نہ کہو۔ کیونکہ تین بھی عدد ہے۔ اور عدد سے کمیّت لازم آتی ہے۔ اور باری تعالیٰ کمیّت سے منزہ ہے۔

پادری صاحب! آپ کا یہ فرمان سر آنکھوں پر، بہت اچھا وحدت بھی قابل اعتراض اور کثرت بھی موجب طعن، اب آپ فرمائیں۔ کہ آپ خدا کو کیا سمجھتے ہیں؟ آپ فرمائینگے کہ وہ نہ صرف واحد اور نہ صرف تین، بلکہ وہ واحد فی الثلاثہ اور ثلاثہ فی الواحد، یعنی ایک میں تین، اور تین میں ایک ہے۔ لیکن جناب! یہ مذہب بھی تو اُسی طرح قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ جس طرح خدا کو ایک کہنا اُس کے عدد کا اظہار کرتا ہے۔ نیز اُسے تین کہنا اُس کے عدد کو ظاہر کرتا ہے۔ بعینہٖ اُسی طرح اُسے ایک میں تین اور تین میں ایک کہنا اُس کے عدد ہی کا اظہار ہے۔ نہ کہ اُس کی کسی اور صفت کا، اور بقول آپکے عدد کے اظہار سے خدا میں کمیّت لازم آتی ہے۔ پس ایک میں تین، اور تین میں ایک کے عقیدہ سے بھی خدا میں کمیّت لازم آئیگی۔ پس جس کمیّت کے اعتراض سے آپ بھاگے تھے۔ وہ تثلیث کے بھی اُسی طرح شامل حال ہے *

الجواب الثانی

ہم مسلمان کہتے ہیں کہ خدا واحد ہے۔ پادری صاحب فرماتے ہیں کہ اس فقرہ میں خدا کو واحد کہا گیا ہے۔ اور واحد عدد ہے۔ اور عدد سے کمیّت لازم آتی ہے۔ اس لئے یہ فقرہ درست نہیں ہم پادری صاحب سے پوچھتے ہیں کہ پھر درست فقرہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ درست فقرہ یہ ہے۔ کہ:-

خدا واحد فی الثلاثہ، اور ثلاثہ فی الواحد یعنی ایک میں تین، اور تین میں ایک ہے۔

ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ اس فقرہ میں آپنے خدا کو واحد کہکر، اُس کے عدد کا اظہار کیا اور عدد سے کمیّت لازم آتی ہے اس لئے آپ نے اُسے واحد کہکر اُسے صاحب کمیّت تسلیم فرمالیا ہے۔ پھر اُس کو ثلاثہ کہکر اُس کے اقانیم کو تین کہا ہے۔ اور تین عدد ہے۔ اور عدد کے اظہار سے کمیّت لازم آتی ہے۔ اسلئے یہ فقرہ بھی درست نہیں، کیونکہ اس فقرہ میں دو دفعہ عدد کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اس طرح خدا کو دو دفعہ صاحب کمیت تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ فقرہ دوہرے طور پر غلط ہے۔ پس اے جناب! اگر خدا واحد کہنا اُس میں کمیّت تسلیم کرتا ہے۔ تو اُسے واحد فی الثلاثہ اُس میں ڈبل کمیّت تسلیم کرتا ہے، اور یقیناً ایک کمیّت اتنا بڑا جرم نہیں، جتنا دو کمیتیں *

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الجواب الثالث

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ محاسبین تو واحد کو حقیقی عدد ہی نہیں سمجھتے. صفحہ ۵

پس جناب پادری صاحب! جب واحد کوئی عدد ہی نہیں تو خدا کو واحد کہنے سے اُس میں کمیّت بھی لازم نہ آئی کیونکہ واحد کہکر کمیّت تو تب لازم آتی جبکہ واحد کوئی عدد ہوتا۔ مگر بقول آپ کے محاسبین تو واحد کو عدد ہی نہیں سمجھتے۔ اس لئے خدا کو واحد مان کر محاسبین کے نزدیک ہم مسلمان کمیّت کے الزام کے نیچے نہ رہے۔ مگر عیسائی پوری طرح اس الزام کے نیچے ہیں۔ کیونکہ وہ واجب تعالیٰ میں باب، بیٹا اور روح القدس نام تین اقنوم تسلیم کرتے ہیں۔ اور تین بہرحال عدد ہے۔ اور سب محاسبین تین کو عدد ہی تسلیم کرتے ہیں اس لئے خدا کے اقانیم کو تین ماننا یقیناً خدا میں کمیّت ماننا ہے۔ اور یہ پادری صاحب کے نزدیک کفر ہے پس تثلیث یقیناً کفر ثابت ہوتی ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ۔

الجواب الرابع

ہم مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا صرف ایک ہے۔ زیادہ نہیں۔ لیکن یہ اعتقاد پادری صاحب کو اس لئے تسلیم نہیں کہ ایک کہنے سے خدا میں کمیّت لازم آتی ہے اور کمیّت واجب تعالیٰ کی شان کے منافی ہے۔ اس پر ہم پادری صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ جناب ذات باری کے اقانیم میں آبؑ یعنی باپ کتنے ہیں نیز **ابن** یعنی بیٹے کتنے ہیں۔ نیز روح القدس کتنے ہیں۔ تو پادری صاحب فرماتے ہیں:-

پس ایک باپ ہے نہ تین باپ، ایک بیٹا ہے نہ تین بیٹے، ایک روح القدس ہے نہ تین روح القدس۔

(دہماء عمیم صفحہ ۲۴)

اس پر ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر خدا کو ایک کہنے سے اُس میں کمیّت لازم آتی ہے تو باپ کو ایک کہنے سے بھی اُس میں کمیّت لازم آتی ہے۔ نیز بیٹے کو ایک کہنے سے بھی وہ صاحب کمیّت ثابت ہوگا۔ اسی طرح روح القدس کو ایک کہنے سے بھی وہ کمیّت والا ٹھیرے گا۔ اور چونکہ ذات باری میں صرف تین اقنوم ہیں اور یہ تینوں صاحب کمیّت ہوئے، تو لامحالہ واجب تعالیٰ خود صاحب کمیّت ہوگا۔ پس جو اعتراض خدا کو واحد کہنے پر عاید ہوتا ہے، وہی بغیر کسی فرق کے باپ، بیٹے اور روح القدس پر بھی عاید ہوتا ہے ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الجواب الخامس

پادری صاحب کا یہ فرمانا۔ کہ خدا کو واحد نہ کہو۔ کیونکہ واحد ایک عدد ہے۔ اور عدد سے کمیّت لازم آتی ہے۔ اس کا جواب یہ بھی ہے۔ کہ کمیّت عدد کا تقاضا نہیں۔ بلکہ معدود کی ماہیّت اور حیثیت پر منحصر ہے۔ پس واحد فی نفسہٖ کمیّت کو نہیں چاہتا۔ اور نہ کمیّت کا مانع ہے۔ پس اگر معدود صاحب کمیّت ہے تو اُس میں کمیّت ہوگی۔ اور اگر وہ معدود کمیّت سے معرّا ہے تو باوجود واحد ہونے کے اُس میں کمیّت پیدا نہ ہوگی اور چونکہ

"خدا ایک ہے"

کے فقرہ میں ایک کا معدود خدا ہے۔ اور خدا کا وجود صاحب کمیّت نہیں۔ اور وہ ذات پاک تجسم سے پاک ہے۔ اس لئے وہ واحد ہو کر بھی کمیّت والا نہیں +

خلاصہ یہ کہ کوئی چیز صرف واحد ہونے سے کمیّت والی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا مدار چیز کی اپنی ماہیّت اور شخصیت پر ہے۔ اگر وہ چیز صاحب کمیّت ہوگی۔ تو ایک ہو کر بھی ہوگی اور دسؔ یا بارہؔ ہو کر بھی ہوگی۔ لیکن اگر وہ مفہوم ایسا ہے۔ جو تجسم کے مخالف ہے۔ تو وہ واحد ہو کر بھی تجسم سے پاک ہوگا۔ اور چونکہ ذات باری تجسم نیز ہر قسم کے نقائص سے پاک اور مبرّا ہے۔ اس لئے وہ واحد ہو کر اور معروض للعدد بنکر بھی کمیّت و تجسم سے پاک و منزّہ ہے۔ اس لئے شوق سے اُسے واحد کہو۔ کیونکہ واحد سے اُس میں کمیّت پیدا نہیں ہوتی۔ پس توحید پر کوئی اعتراض عائد نہیں ہوتا لیکن تثلیث سے یقیناً کمیت لازم آتی ہے۔ کیونکہ تثلیث میں کثرت ہے۔ اور کثرت کا مفہوم ہی کمیّت کو مستلزم ہے۔ کیونکہ کثرت کے معنے ہیں ایک سے زیادہ افراد یا اجزا یا اقانیم والا ہونا اور یہ اجزا یا افراد یا اقانیم ہی اُس کثیر کی کمیت کا اظہار کر رہے ہیں۔ پس وحدت فی نفسہٖ کمیّت کو نہیں چاہتی۔ مگر کثرت اپنے مفہوم کے لحاظ سے کمیّت کو چاہتی اور اُسے مستلزم ہے۔ اس لئے توحید باری تعالیٰ کمیّت کی مقتضی نہیں۔ مگر اقانیم کی تثلیث یقیناً کمیّت اور تجسم کو مستلزم اور اُس کی مقتضی ہے ؛ (باقی دارد)

ناظرین کرام! اُردو ریویو آف ریلیجنز کی توسیع اشاعت میں سعی بلیغ فرما کر ثواب جزیل حاصل کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علم ادب اور سائنس میں مسلمانوں کا حصّہ*

یہ ایک وسیع مضمون ہے جو صدیوں پر پھیلا ہُوا ہے۔ اور اہمیت کے لحاظ سے اِس میں مبالغہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن مَیں محسوس کرتا ہوں۔ کہ بعد کی نسلوں اسکو حوالۂ طاقِ نسیاں کر دیا۔ مجھے دنیائے ادب میں مسلمانوں کے حصّہ کی نوعیت کا کوئی علم نہ تھا اور صرف چند گھنٹوں کے مطالعہ نے میری قابلِ تاسّف ناواقفیت کا ثبوت مجھے بہم پہنچایا۔ مجھے معلوم ہُوا۔ کہ علم ادب اور سائنس میں مسلمانوں کا حصّہ بےمثال ہے۔ ہر قوم اور ہر ملک کے باشندے ایسی قابلِ رشک تاریخ کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اسلام کا ماضی دنیا کی تواریخ میں بے نظیر ہے۔ یہ صرف خالی دعویٰ نہیں۔ ذرا تاریخ کو اپنا غیر متعصب منصف بنلیجئے۔ اور آپ کو میری باتوں کا ثبوت مل جائیگا۔ بلکہ مَیں بلا تامّل کہہ سکتا ہوں کہ تحقیقات کے بعد آپ محسوس کرینگے۔ کہ میرے راستہ میں جھجک مانع رہی۔ اور یہ کہ میرا بیان مبالغہ وغیرہ سے بالکل مبرّا تھا۔

یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مسلمان کئی لحاظ سے بیش از پیش تھے۔ مَیں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے یونانی علم ادب کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اِس طرح پر اُن کا کام آسان ہو گیا۔ اگرچہ یہ اُن کا جائز فعل تھا۔ لیکن اُنہوں نے یونانی فنِ آرٹ اور علم ادب کی کورانہ تقلید نہیں کی۔ بلکہ اُنہوں نے جہاں ضروری تھی اصلاح بھی کی۔ پھر اسلامی مشاغل کے اِس شعبہ کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے۔ کہ اوّلین مسلمانوں نے جن حالات میں یہ کام کیئے وہ اتنے موافق نہ تھے۔ اگر ہم اُن کے ہمسایوں کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا۔ کہ اُن کا کام اتنا آسان نہ تھا۔ جتنا کہ ایک بیسویں صدی میں رہنے والا انسان تصوّر کر سکتا ہے۔

علم ادب اور سائنس میں مسلمانوں کے حصّہ کا خاطر خواہ اندازہ لگانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم تیرہ صدیاں پیچھے چلے جائیں اور اُس تیرہ و تاریک زمانہ کی تاریخ کی روشنی میں اُن کے حصّہ کی نوعیت معلوم کریں۔ یہ تو شائد مشکل ہوگا کہ مَیں اُس زمانہ کی تاریخ آپ کو مفصّل سُناؤں۔ لیکن مَیں نے ضروری سمجھا کہ اپنا مضمون شروع کرنے سے پیشتر مَیں اُس زمانہ کے حالات سے آپکو روشناس

* صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بی۔ اے کا وہ مضمون جو آپ نے مسجد لنڈن میں یک شنبہ کے ایک اجتماع کے موقعہ پر پڑھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کراؤں۔ سوال یہ ہے کہ اُس زمانہ میں عیسائی دنیا کے علم ادب اور سائنس کا کیا حال تھا؟ میری تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔ روما کے عیسائی شہنشاہ تھیوڈوسیا نے "دینی ناظر" مقرر کیے۔ اور حکم دیا کہ جو روما کے پادری ڈمسکس اور اسکندریہ کے پادری پطرس میں ایمان نہیں لاتے اُن کو شہر بدر کر دیا جائے۔ اور اُن کے مدنی حقوق غصب کر لئے جائیں۔

تھیون (جو ریاضی دان تھا) اُس کی بیٹی ہائی پاطیہ نے نہ صرف افلاطون اور ارسطو کی تعلیمات پھیلانے میں شہرت حاصل کی۔ بلکہ وہ اپلونیسل اور دیگر ماہرین جیومیٹری پر تبصرہ و تنقید کرنے میں بھی مشہور تھی۔ ہر روز اُس کی درسگاہ کے آگے گاڑیوں کی ایک لمبی قطار لگی رہتی اور اُس کے درسی کمرے کھچاکھچ بھرے رہتے۔ ایکدن جب وہ اپنی درسگاہ میں جا رہی تھی۔ راہبوں کے جمّ غفیر نے اُس پر حملہ کیا اور سر بازار عریان کر دیا۔ پھر ایک گرجا میں گھسیٹ لیگئے۔ جہاں واعظ پطرس کے عصا سے اُس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ اور بموں کے ذریعہ سے اُس کا گوشت ہڈیوں سے جُدا کیا گیا۔ اور بقیہ اشیاء آگ میں پھینک دی گئیں۔ اِس طرح پر اسکندریہ میں یونانی فلسفہ کا خاتمہ ہُوا۔

مسٹر امیر علی کے الفاظ میں "کانسٹنٹائن اور اُس کے پُرجوش حواریوں کی حکومت میں جو لائبریریاں مکّفر شہنشاہوں نے قائم کی تھیں اُن کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ علم کو جادو قرار دیا گیا۔ یا اُس کے حامیوں کو بغاوت کی سزا دی گئی۔ اور فلسفہ اور سائنس کا قلع قمع کر دیا گیا۔

انسانی علوم سے عیسائیوں کی جو نفرت تھی۔ اُس کا اظہار اِس (حبّ الوطنی) اصول میں کیا گیا۔ کہ "جہالت ایمان کی ماں ہے" اور کلیسائی عظمت کے بانی مبانی پوپ گریگری اعظم نے اِس اصول کو علمی جامہ اِس طرح پہنایا کہ روما سے تمام محققانہ علوم کا اخراج کر دیا اور آگسٹس قیصرِ روم بنا کردہ پیلاطونی لائبریری کو آگ لگا دی۔

الغرض سائنس اور علمِ ادب کو عیسائی ملنٹوں نے زیرِ ملامت رکھا۔ اور اُن کو فروغ اُسی وقت ہُوا جب تعصب نے جو روکیں انسانی دماغ کی ترقی میں حارج کی ہوئی تھیں اُن کو حُریتِ فکر نے پاش پاش کر دیا"۔

یہ تھی اُس تیرہ و تار زمانہ کی حالت۔ نہایت ناموافق۔ بلکہ علم اور اُس کے پرستاروں کی صریح دشمن اور مخالف۔

جب اسلام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے مبعوث ہُوا۔ مسلمانوں کی شاندار کامیابیوں کی وجہ صرف ایک انسان کی تعلیمات کا نتیجہ تھی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اُس کی آواز سُنکر وہ عرب جن کو حال کے متعلق کوئی اُمید نہ تھی کجا یہ کہ مستقبل کے متعلق کوئی ہوتی قعرِ مذلّت اور جہالت سے جہاں وہ ابھی تک پڑے ہوئے تھے بیدار ہوئے۔ اور دُنیا میں لوگوں کو بلند کرنے اور اُن میں تہذیب و تمدّن پھیلانے کے لئے نکل گئے۔ مریض بنی نوعِ انسان کو ایک نئی زندگی عطا ہوئی۔ اُدھر یوروپ کے ۔ ۔ ۔ لوگ جن کی اُسوقت تک ایک کمزور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلطنت بن چکی تھی۔ جہالت اور بربریت کی ظلمتوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے۔ اور اِدھر مسلمان ایک عظیم الشان تہذیب کی عمارت کھڑی کر رہے تھے۔ اور جن ایّام میں یوروپ اخلاق اور علم کا جنازہ نکال چکا تھا۔ اسلام نے ترقی کی گاڑی کھینچی۔ اگرچہ عیسائیت قیصروں کے تخت و تاراج پر مضبوط ہو چکی تھی لیکن وہ دنیا کی اقوام کو از سرِ نو زندہ کرنے سے قاصر رہی۔ عیسائیت کی چوتھی صدی سے لیکر بارھویں صدی تک وہ ظلمت جو یوروپ کو احاطہ کیئے ہوئے تھی۔ اور بھی زیادہ تیرہ و تار ہو گئی۔ اِس معاندانہ تعصّب کے زمانہ میں عیسائیت نے وہ تمام راہیں مسدود کر دیں۔ جن کے ذریعہ سے علم انسانیت اور تہذیب کی روشنی داخل ہو سکتی تھی۔ اور اگرچہ حسد کی وجہ سے اسلامی تہذیب و تمدّن کے خوش گوار اثرات اِس تعصّب کی اندھیر نگری میں وقتی طور پر نہ جا سکے لیکن بالآخر اُن کا اثر عیسائی ملکوں کے ہر حصّہ میں نمایاں طور پر محسوس ہونے لگا۔ سلرنو، بغداد، دمشق، کرُدستان، گرینڈہ اور ملایا کے مدرسوں سے مسلمانوں نے دُنیا کو اپنے غیر متشددانہ فلسفہ سے آگاہ کیا۔ اور اُن کو علوم کی علمی صورت سکھلائی۔

اُس زمانہ کی حالت کا اندازہ لگانے کے بعد اب ہم مسلمانوں کے علم ادب۔ اور سائنس میں حصّہ کی نوعیت معلوم کرتے ہیں۔ لیکن مضمون کا خاکہ کھینچنے سے قبل ضروری ہے کہ ہم اس سوال کا جواب دیں جو ہمارے دل میں قدرتی طور پر پیدا ہو جاتا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ وہ کیا وجوہات تھیں جو ایک بُت پرست عرب کو جونہی وہ اسلام کی آغوش میں آ جاتا تھا علم ادب اور سائنس سیکھنے پر مجبور کر دیتی تھیں؟

اِس کا جواب مشکل نہیں ہے۔ اگر ہم اسلام کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ علمی مذہب ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو مذہب کا ایک ضروری جُزو قرار دے کر اپنے متبعین کی کوششیں اس طرف بھی مبذول کر دیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم و مسلمۃ۔ یعنی "تحصیل علم ہر مسلمان مرد اور عورت کا فرض ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی قدر و قیمت کے متعلق اکثر وعظ کیا۔ "علم حاصل کرو کیونکہ وہ جو اِسے حاصل کرتا ہے ایک مومنانہ فرض ادا کرتا ہے۔ جو اِس کے متعلق گفتگو کرتا ہے وہ خدا کی تعریف کرتا ہے اور جو اِس کی جستجو کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے جو اس کو پڑھاتا ہے وہ زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور جو اِسے مناسب جگہ پر استعمال کرتا ہے وہ ایمان باللہ کا ایک فرض ادا کرتا ہے علم اپنے مالک کو حرام اور حلال میں تمیز کرنی سکھلاتا ہے اور جنّت کی راہ روشن کرتا ہے۔ اور صحرا میں ہمارا دوست ہے۔ تنہائی میں ہمارا مونس، اور دوستوں کی عدم موجودگی میں ہمارا ساتھی۔ یہ مسرت جاودانی کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ خدا کا بندہ علم کے ذریعہ اگلے جہان میں خوشی کی تکمیل پاتا ہے۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حصّہ اس کی جستجو میں صرف کر دیتا ہے۔ وہ راتوں کو اس کے ذکر سے زندہ کرتا اور گوشۂ تنہائی میں اس کے آگے انتہائی خشوع وخضوع اور تذلل کا اظہار کرتے ہوئے اپنی سجدہ گاہ کو اشک رواں سے تر کرتا ہے اور اس کا دل سوز سے گداز ہو کر پانی کی طرح بہنے لگتا ہے۔ پس اگر ایسی حقیقی تڑپ اور جستجو کے بعد بھی اُسے خدا کی طرف سے کوئی آواز نہیں آتی۔ تب اس کی تمام امیدیں منقطع ہو جاتی ہیں۔ اور بجائے ترقی کے تنزل کی طرف جُھکتا ہے۔ اور ایک دن دہریوں کے رنگ میں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ امید جو اس کی تمام کوششوں اور مساعی کا اصل منبع تھی۔ وہ منقطع ہو چکی۔ اس لئے مذہب کا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے پیرو کی امید کو کم نہ کرے بلکہ دن بدن بڑھائے۔ چنانچہ اسلام اپنے پیروؤں کی امید کو دن بدن بڑھاتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ اگر تم خدا تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں اور قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے ماتحت برموقع وبرمحل استعمال کرو گے اور ایسا کر کے خدا تعالیٰ کے حقیقی شاکر بنو گے تو اس شکریہ کے عوض میں خدا تعالیٰ تم پر اپنی نعمت اور فضل اور زیادہ نازل کریگا۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے:۔ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ یعنی اگر تم شکر کرو گے اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اُٹھاؤ گے۔ تو ہم تمھیں اس سے اور کہیں زیادہ دینگے۔ اور اگر تم نے خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری اور بے قدری کی۔ تو یاد رکھو کہ میرا عذاب نہایت سخت ہے۔ یعنی جو قوتیں اور طاقتیں اور دیگر نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمانیت کے مطابق دی ہیں۔ اگر تم ان کو صحیح طور پر استعمال نہیں کرو گے۔ تو وہ نعمتیں اور طاقتیں تم سے چھین لیجائینگی اور انسانیت کے اعلیٰ مرتبہ سے گر کر ذلیل اور خوار ہو جاؤ گے۔ اور فرمایا وہ لوگ جو اس فعل کو بجالائے کہ خدا تعالیٰ کی جستجو میں پوری کوشش کی تو اس فعل کے مقابل لازمی طور پر ہمارا یہ فعل ہو گا۔ کہ ہم ان کو اپنی راہیں دکھائینگے۔ جن پر چل کر وہ میری رضا اور میرے دیدار اور ہر قسم کی دینی و دنیوی ترقیات حاصل کر سکینگے۔

توبہ کا مفہوم

پھر میرا مذہب تو ایسے لوگوں کو بھی امید دلاتا ہے۔ جو بشریت کی کمزوری کی وجہ سے گناہوں کے مرتکب ہوئے۔ اور جنہوں نے اپنے اور اپنے محبوب حقیقی کے درمیان بہت بڑا حجاب حائل کر لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم۔ وانیبوا الیٰ ربکم واسلموا لہ من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا تنصرون۔ کہ اے رسول تو یہ کہہ کر اس امر کا اعلان کر دے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر گناہ کے ارتکاب سے زیادتی کی۔ تم بھی اپنے خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سارے گناہ بخشدیگا۔ اور وہ تو بڑا بخشنے والا ہے۔ اور کسی سچی محنت کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے "عالم شخص کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ مقدس ہے"۔ "جو تحصیلِ علم کے لئے اپنا گھر چھوڑتا ہے وہ گویا خدا کے راستہ پر چلتا ہے"۔ اسی طرح کئی دیگر روایات ہیں جن پر ہمیں مزید وقت لگانے کی ضرورت نہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں مَیں نے کافی زور دیدیا ہے۔

نظم اور لسانی قبل از اسلام عربوں کے دلپسند مضامین تھے۔ سائینس اور علم ادب کا کوئی خواہاں نہ تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نے قوم کی بالیدہ روح میں ایک نئی اُمنگ ڈالدی۔ آنحضرت صلعم کے ایسے جذبات سے قدرتی طور پر تمام طبقہ کے لوگوں میں علم حاصل کرنے کی تڑپ پیدا ہونی ضروری تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز ہر مسلمان کے دل میں گھر کر گئی اور اُن کے دلوں میں خلوص اور ایمان کا جذبہ بھر دیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تعلیمی درسگاہوں کا ایک جھرمٹ قائم ہو گیا۔ جو چند سال بعد بغداد۔ سلرنو۔ اور کردستان کی یونیورسٹیوں میں متبدل ہو گیا۔

اب مَیں سائینس اور علم ادب میں اسلامی حصّہ کا اجمالی طور پر تذکرہ کرتا ہوں۔ مَیں کوشش کرونگا کہ اُن پیچیدہ تفاصیل کو چھوڑ دوں جن کا تذکرہ مصنّفین اور اُن کی کثیر التعداد کتابوں کی وجہ سے میرے لئے قریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ مَیں اُس تجربہ سے فائدہ اُٹھا رہا ہوں جو ہمیں چند ہفتے پہلے اِس جگہ ہُوا۔ مَیں اپنے پیش رَو لیکچرار کو موردِ الزام نہیں ٹھیراتا۔ مجھے اُن کی مشکل کا احساس ہے کیونکہ مَیں خود اُسی مسئلہ سے دوچار ہو رہا ہوں۔ یہ نہایت ہی مشکل ہے کہ مضمون میں دلچسپی بھی قائم رکھی جائے اور اُس کی خصوصیات پر بھی کوئی اثر نہ پڑے۔ مضمون اِس لحاظ سے بھی نہایت نازک ہے کہ وہ مصنّفین اور اُن کی کتابوں کی محض ایک فہرست بن کر رہ جاتا ہے۔ بعض اوقات مصنّفوں کے نام اور اُن کی تصانیف بھی یاد نہیں رہتیں اور بعض دفعہ اُن کے ناموں کے ہجے کرنے بھی سخت دشوار ہوتے ہیں۔ پھر دنیائے ادب میں اسلامی حصّہ انسانی علوم کے تمام شعبہ جات پر حاوی ہے اور بعض اوقات ایسے مضامین آجاتے ہیں جن سے دلچسپی یا ذوق رکھنا ہر ایک کا کام نہیں۔ اِن مشکلات کا صرف ایک حل جو میرے ذہن میں آیا ہے یہ ہے کہ مَیں صرف موٹی موٹی باتوں کی طرف توجّہ رکھوں۔ علماء مجھے الزام دینگے۔ کہ مَیں نے مضمون کو قابلِ فہم بنانے کے لئے اُس کی خوبیوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ لیکن مَیں اِس قصور کا پہلے ہی اقرار کرتا ہوں۔

یہ ظاہر ہے کہ علمی درسگاہوں کا یہ جھرمٹ پہلے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرودگاہ مدینہ میں بنا۔ وہاں بڑے بڑے علماء سیّاروں کی صورت میں جمع ہو گئے۔ شہر نبویؐ میں اِن مختلف دماغوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے اجتماع کی وجہ سے مسلمانوں میں سائنس اور علم ادب کی تحصیل کا پُرجوش ولولہ پیدا ہوا۔ مدینہ سے علوم کا ایک غیر معمولی سرچشمہ پھوٹا اور پہلے دمشق کی طرف بہ نکلا اور پھر سلطنت کے دیگر دور دراز علاقوں میں جا پہنچا ۔

لیکن خلافت اور امیہ کی ابتدائی تاریخ مسلمانوں کے لئے فتح و نصرت کے ایام تھے۔ اسلام ایک ایسے گہوارہ میں تھا جہاں سے وہ زندگی کے سامان مہیا کر رہا تھا۔ زیادہ تر لوگ جنگ و جدال میں مصروف تھے۔ اور بہت تھوڑے لوگوں کو ایسی فرصت حاصل تھی جو سائنس اور علم ادب کی تحصیل کے لئے اشد ضروری ہے ۔

لیکن دوسری صدی میں مسلمانوں کے علمی مشاغل کا دَور دَورہ شروع ہوا۔ اور اسکی اُمنگ عربوں کے مختلف شہروں میں قیام پذیر ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ قرآن مجید اور احادیث کے مطالعہ سے وہ بنیاد تیار ہوئی جس پر دینیات اور قوانین استوار کئے گئے لازمی طور پر احادیث میں زیادہ تر تاریخی مواد شامل تھا۔ اور خصوصاً جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں سے متعلق تھا۔ اِسی سے بعد میں علم التواریخ کا ارتقاء ہوا۔ نظم عربوں کا دلپسند مشغلہ رہا ہے۔ جریر۔ فرزدق اور عمر بن ربیعہ اس فن کے ماہر تھے جو قبل از اسلام کے شاعروں سے کسی لحاظ سے کم نہیں ۔

تاہم ہمیں اِن ابتدائی باتوں پر زیادہ وقت خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم اسلامی ادب کے سنہری زمانہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

105

بغداد جو عباسی حکومت کا نیا دارالخلافہ تھا۔ بہت جلد ہی علم ادب اور فنون کا مرکز بن گیا۔ بلکہ جیسا کہ ایک عرب مورخ لکھتا ہے:۔

"وہ ایک بازار تھا جس میں علم ادب اور سائنس کے برتن فروخت کرنے کے لئے لائے جاتے تھے۔ جہاں عقلمندی کی باتیں یوں تلاش کی جاتی تھیں جس طرح کوئی شخص راہ گم کردہ اونٹوں کو ڈھونڈتا ہے۔ اور جس کی قیمتوں کا فیصلہ ساری دنیا تسلیم کرتی تھی"۔

اِن علمی مشاغل کی جڑ گذشتہ سالوں میں تھی۔ عباسیوں نے اِس کو اپنی نوازشوں اور غیر متعصبانہ رویہ سے وسیع کیا اور اُسے چار چاند لگا دیئے۔ بنی اُمیہ خاندان کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان ایک ایسے دَور میں سے گذر رہے تھے جس میں وہ آئندہ کے لئے تیاری میں مصروف تھے۔ عباسیوں کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں کہ وہ دنیا کے علوم و فنون کا خزانہ بن گئے۔ عہدِ سلف کے دفینہ کا پتہ لگانے کے لئے خلفاء کے گماشتوں نے دنیا کے ہر حصہ کی چھان بین کی۔ اور اُس کو دارالسلطنت میں سراہنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

والی دُنیا کے آگے لاکر ڈالدیا۔ درسگاہیں اور مدرسے ہر جگہ قائم ہو گئے۔ پبلک لائبریریاں جو ہر شخص کے لئے مُفت تھیں ہر شہر میں بن گئیں۔ اور دُنیائے قدیم کے فلاسفروں کا مطالعہ قرآن مجید کے مطالعہ کے دوش بدوش ہونے لگا۔ سلاطین نے خود ادبی مجالس میں شمولیت اختیار کی اور اُن کے منطقی مباحثات میں حصّہ لیا۔ بنی نوع انسان کی تاریخ میں غالباً پہلی دفعہ ایک مذہبی اور شخصی حکومت نے فلسفہ کے ساتھ تعلق رکھا اور اُس کی نُصرت میں ساعی و مددگار ہوئی ؛

علوم و فنون کے سیکھنے کے لئے سلطنت کے ہر شہر نے چاہا کہ وہ دوسروں سے سبقت لے جائے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق تحصیل علم کے لئے سفر اختیار کرنا ایک مقدس فرض تھا۔ اِس لئے دُنیا کے ہر گوشہ سے طلباء اور محققین جوق در جوق کردستان بغداد اور قاہرہ میں جمع ہو گئے تاکہ وہ مسلمان واعظین کے قیمتی الفاظ سے بہرہ یاب ہوں۔ بلکہ یوروپ کے دُور دراز کونوں سے آکر عیسائیوں نے بھی اسلامی درسگاہوں سے مستفید ہونا شروع کر دیا۔ گربرٹ نے جو بعد میں پوپ سلوسٹر دوم کہلایا کردستان کے اساتذہ سے فیض حاصل کیا تھا۔ علوم و فنون کے فروغ کے لئے فیض کے ادریسی اور اسپین کے ترکمانی سلاطین ایکدوسرے سے سبقت لے گئے ؛

الغرض بحرِ ہند کے شمال میں بحرِ اوقیانوس سے لیکر بحرِ الکاہل سے بھی پرے مسلمانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے ماتحت فلسفہ اور دیگر علوم کا ڈنکا بج رہا تھا ؛

اُن تمام علماء اور ماہرین کی فہرست تیار کرنے کیلئے جو اُس زمانہ میں موجود تھے اور جنہوں نے ترقی کے راستہ میں اپنا نام چھوڑا ہے ایک دفتر درکار ہے۔ اُن کے نام مختصر الفاظ میں بھی بیان کرنے اِس مضمون کے حیطۂ عمل سے باہر ہیں۔ پھر اس لئے بھی کہ میرا مضمون محض ایک خشک ناموں کی فہرست بن کر نہ رہ جائے صرف چند ایک مشہور ناموں کا ذکر کر دینا کافی ہوگا ؛

علم نجوم میں مسلمانوں کا حصّہ صاف طور پر نمایاں ہے۔ عرب کے مشہور مشااللہ نے ستاروں کی گردش اور اُن کی ماہیّت وغیرہ پر کئی ایک نایاب کتابیں سپردِ قلم کی ہیں۔ یہ کُتب آج بھی ماہرین سائنس کی تعریف و توصیف حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ احمد النہاوندی نے اپنے ذاتی مشاہدات کی بناپر ایک نجمی نقشہ موسومہ "المستعمل" تیار کیا تھا جو یونانی اور ہندی خیالات سے یقینی طور پر بالا و برتر تھا۔ دیگر ماہرین نجوم مثلاً سعود ابن علی یحییٰ ابنِ علی منصور اور خالد ابن عبدالمالک نے بھی انسانی علم میں کافی اضافہ کیا۔ محمد ابن موسیٰ۔ الخوارزمی نے خلیفہ مامون کے ارشاد کے مطابق ہندوستانی نقشہ (سدھانتا) کا ایک نیا ترجمہ کیا اور اُس میں اپنے نوٹ اور مشاہدات بھی لکھے۔ الکندی نے مختلف مضامین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مثلاً حساب۔ جیومیٹری۔ فلسفہ۔ علم کرۂ ہوائی۔ علم بصارت اور حکمت پر کم و بیش دو سو کتب رقم کی ہیں۔ ابومشار نے (جن کو قرونِ وسطیٰ کے یوروپیوں نے اَلْبُومَزَرْ بنالیا۔ ہے) فضائی حالات کا خاص مطالعہ کیا تھا۔ اِن ماہرین علم نجوم نے زمین کی سطح پر ایک خاص ڈگری متعین کر کے زمین کا کُل محیط دریافت کیا۔ طریق الشمس کی خمیدگی معلوم کی۔ سورج اور چاند کے صحیح نقشے تیار کیئے۔ سال کی طوالت مقرر کی۔ اور خطِ استوا کو جب سورج عبور کرتا ہے اور چند سالوں بعد اُس کے دقوع میں جو فرق پڑجاتا ہے اُسے جانچا ٭

البطانی ایک۔ اور مشہور شخص ہے جس کے نجمی نقشے یوُرپی علم نجوم کے لئے کئی صدیوں تک بُنیادی امور کا کام دیتے رہے۔ تاہم وہ ریاضی کی تاریخ میں "ٹریگنومیٹری" (علمِ پیمائشِ مثلث) اور علم نجوم کے "کورڈ"[1] کی بجائے "سائن"، اور "کوسائن" کا بانی مبانی مشہور ہے۔ عبدالرحمٰن نے جو اس زمانہ کا لائق ماہرِ طبیعات تھا ستاروں کی روشنی معلوم کرنے کے علم میں اصلاح کی۔

الکوہی اور عبد الوفا بزیدیوں کے زمانہ کے بے شمار منجمین میں سے دو مشہور ماہرین علم نجوم ہیں۔

ایک اور شخص جو قاہرہ میں سنہ۱۰۴۰ء (؟) میں رہا کرتا تھا وہ حسن ابن حاتم ہے جس کو یورپ میں اَلحزن کہتے ہیں۔ وہ شعاعوں کی کجی معلوم کرنے کیلئے مشہور تھا۔ وہ ایک نامی گرامی ماہرِ علمِ نجوم اور ماہر علم بصارت گذرا ہے۔ اُس نے بصارت کی ماہیت کے متعلق یونانی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ اور پہلی دفعہ تجربہ سے ثابت کیا کہ آنکھ میں روشنی کی شعاعیں باہر کی اشیاء سے آتی ہیں نہ کہ آنکھ کے اندر سے پیدا ہو کر بیرونی اشیاء پر منعکس ہوتی ہیں۔ اُس نے نظر کا مرکز آنکھ کی پُتلی کو قرار دیا۔ اور ثابت کیا کہ اُس پر جو اثر پڑتا ہے وہ بصارتی پٹھوں کے ذریعہ سے دماغ کی طرف صعود کرتا ہے۔ اُس نے دریافت کیا کہ شعاعوں کی کجی فضا کی کثافت کے مطابق اور فضا کی کثافت بلندی کے مطابق ہوتی ہے۔ اور اُس نے صاف اور واضح طور پر بیان کیا کہ کس طرح اِس کجی کے نتیجہ میں سیّارے ڈوبنے کے بعد اور چڑھنے سے پہلے دکھائی دیتے ہیں۔ اُس نے تجربہ سے ثابت کیا کہ شفق کا خوبصورت واقعہ فضائی خمیدگی اور روشنی کی شعاعوں کے راستہ پر ہَوا کے عملِ انعکاس سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ کششِ ثقل کے اصول کو اچھی طرح سمجھتا تھا اور کششِ ثقل کو ایک طاقت تسلیم کرتا تھا۔ وہ رفتار۔ حجم اور شہابِ ثاقب کے اوقات کے درمیان تعلّقات کو خوب صحیح طور پر جانتا تھا۔ اُسے بالوں کے اندر مقناطیسی طاقت کا بھی واضح طور پر علم تھا ٭

---

[1] ایک سیدھی لکیر جو دائرہ سے مل جائے۔

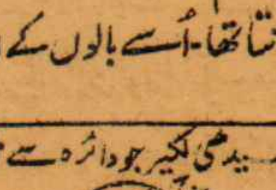

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہسپانیہ میں ذہنی مشاغل اپنے زوروں پر تھے۔ کردستان کے متعلق ایک انگریز مصنف کا بیان ہے "جس طرح کردستان کے باغات اور محلات خوبصورت تھے اسی طرح اعلیٰ امور کے متعلق اُس کا دعویٰ بھی کچھ کم قوی نہ تھا۔ اُس کے پروفیسروں اور اساتذہ نے اُسے یورپی تہذیب و تمدن کا مرکز بنا دیا۔ علم نجوم۔ جغرافیہ۔ علم ادویات اور طبعی تاریخ سب کردستان میں نہایت اشتیاق سے پڑھائے جاتے تھے"۔

یورپ میں رصدگاہ عربوں نے قائم کی تھی۔ آسمان کا مشاہدہ کرنے کیلئے گرالڈہ یا منارۃ السوائل ۱۱۹۰ء میں ایک مشہور ریاضی دان زبیر ابن اقیعی کے زیر نگرانی تعمیر کیا گیا۔ لیکن اُس کا حشر اچھا نہ ہوا۔ ترکمانیوں کے اخراج کے بعد اُسے گھنٹہ گھر میں متبدّل کر دیا گیا کیونکہ ہسپانیہ والوں کو کچھ اور نہ سوجھتا تھا کہ وہ کیا کریں۔

گیارھویں صدی کے آغاز میں سلطان محمود غزنوی نے اپنے ارد گرد محققین اور علماء کی ایک بنات النعش اکٹھی کر لی جنہوں نے اُس کی سنہری حکومت میں بیش بہا ضیا پاشیاں کیں۔ البرونی اور فردوسی درخشندہ ستارے تھے۔ البرونی کا دماغ انسائیکلوپیڈیا (جامع العلوم) کی طرح تھا۔ اُس نے علم نجوم۔ ریاضی۔ تواریخ۔ طبیعات اور علم کیمیا سب پر کتابیں رقم کی ہیں۔

تاہم مسلمانوں نے نہ صرف علم نجوم میں ترقی اور شہرت حاصل کی۔ بلکہ علم ریاضی کا ہر شعبہ اُنکی ذہانت پر دال ہے۔ نہ صرف الجبرا، جیومیٹری اور حساب بلکہ علم بصارت اور آہن گری نے بھی مسلمانوں کے ہاتھوں بہت فروغ پایا۔ اُنہوں نے "فضائی ٹرگنومیٹری" (علم فلک پیمائی) کی ایجاد کی۔ اور سب سے پہلے جیومیٹری میں علم ہندسہ کا استعمال اور "ٹین جنٹ" کا ایزاد کیا۔

علم طبیعات بھی اسی محنت و مشقت سے سیکھا اور پڑھایا گیا۔ نظری طریق کی جگہ عملی طریق کو مروّج کیا گیا۔ علم کیمیا۔ علم نباتات۔ علم الارض۔ اور طبعی تاریخ وغیرہ نے قابل اور لائق اشخاص کی توجہ کو مبذول کیا۔

علم کیمیا بلاشک و شبہ مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ درحقیقت ابو موسیٰ زبیر (جس کو عیسائی مصنفین "جے بر" کہتے ہیں) جدید علم کیمیا کا بانی مبانی تھا۔

علم ادویات اور "**فن جراحت**" اعلیٰ معیار پر ترقی دیئے گئے۔ عرب اِن اداروں کے اوّلین بانی تھے جنہیں آجکل "ڈسپنسریاں" کہتے ہیں۔ اُنہوں نے ہر شہر میں ہسپتال قائم کیے جن کو دار الشفاء کہا جاتا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ابوبکر محمدؐ ابنِ ذکریا الرّازی (جس کو یورپ کا طبّی طبقہ "بھازز" کہتا ہے) دسویں صدی کے آغاز میں شہرت پکڑ رہا تھا ٭

علی ابن عباس۔ اوی سینا (ابو علی حسن ابن سینا) ابوسیس (ابو القاسم خلف ابنِ عباس) اوین ظُور (ابو مروان ابن ابو المالک ابنِ ظہور) اوِرُس (عبد الولید محمدؐ ابن رُشد) اور ابن بیطرؔ (عبداللہ ابنِ احمدؐ ابن علی البطر ماہرِ حیوانات) بعض نہایت مشہور اور قابل حکیم ہیں جنہوں نے علم و حکمت کی دُنیا میں اپنا نام چھوڑا ہے۔ ابوسیس نہ صرف حکیم تھا بلکہ اعلیٰ درجہ کا سرجن جرّاح بھی تھا ٭

107

مسلمانوں نے علم تفتیش الانسان اور علم ادویات کو ٹھوس بنایا علم نباتات کو بھی فروغ دیا ٭

تاریخی تحقیق و تدوین میں مسلمان کسی نئی یا پرانی قوم سے پیچھے نہیں رہے۔ علم آثارِ قدیمہ۔ علم جغرافیہ اور علم الاقوام کو تاریخ میں شامل کیا گیا۔ ابن اسحٰق۔ ابن خلدون۔ بیلذن۔ ہمدانی۔ مسعودی۔ طبرانی مشہور تاریخدان ہیں۔ یہ صرف ایک شئے میں ماہر نہ تھے۔ بلکہ ہمہ دان (انسائیکلو پیڈسٹ) فلسفی ماہرِ ریاضی جغرافیہ دان اور مؤرّخ بھی۔

علم و ہنر کی محبّت صرف ایک صنف تک محدود نہ تھی۔ عورتیں بھی علم ادب اور سائینس کی تحصیل میں اسی طرح پُرشوق تھیں جس طرح مرد۔ اُن کے اپنے دار العلوم تھے وہ علم ادویات اور قانون پڑھتی تھیں۔ اور لسّانی اخلاقیات اور ادبیات پر لیکچر دیتی تھیں ٭

عام ادبیات میں جو انسانی عقل کے ہر شعبہ۔ اخلاقیات۔ نظری فلسفہ۔ منطق اور لسّانی پر حاوی ہے مسلمان مصنّفین کا شمار کئی سَو تک جا پہنچتا ہے۔ نظم میں مسلمانوں کی قابلیت کا احاطہ کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یہ تھیں علم و ادب کی دُنیا میں مسلمانوں کی کامیابیاں؟ وہ سیاسیات میں بھی اور فنونِ لطیفہ مثلاً سائینس اور ادبیات میں بھی لوگوں کے قائدین تھے۔ اُنہوں نے علم و حکمت کا چراغ اُس وقت روشن کیا جس وقت عیسائی یُوروپ اُسے قابلِ سرزنش قرار دے رہا تھا ٭

اِس شاندار اور قابلِ رشک زمانہ کا جو دُنیا کی تاریخ میں بے نظیر و بے مثل ہے ذرا آجکل کے مسلمانوں کی قابلِ افسوس اور دردناک حالت سے مقابلہ کیجئے۔ متجسّس دماغ متحیّر ہوتا ہے اور جلد ہی اِس نمایاں فرق کا اصل سبب دریافت کرنا چاہتا ہے۔ سیاسی مصائب مثلاً غریب ہسپانوی ترکمانیوں کا دردناک قتل اور تہذیب و تمدّن کے مراکز میں تاتاریوں کے وحشیانہ مظالم چند وجوہات پیش کیجا سکتی ہیں۔ مگر میرے خیال میں یہ وجوہات اگرچہ صحیح ہیں لیکن وہ مسلمانوں کے تنزّل کی اصل وجہ پر اُنگلی نہیں رکھتیں۔ میرا یقین ہے کہ جب متبعین اسلام نے اپنے مذہب کی تعلیمات کو جو قرآن مجید میں موجود تھیں علی الطلاق نسیاں کر دیا تو اُن کی قومی موت کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ اسلام کی قسمت کا فیصلہ۔ نہیں بلکہ تمام دنیا کی قسمت کا فیصلہ۔ چودہ سو برس قبل قرآنِ مجید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے تیس سپاروں میں کر دیا تھا۔ اُس کی تعلیمات سے انحراف اور دُوری خواہ وہ ذرّہ بھر بھی ہو، یقینی طور پر ہلاکت اور موت پر منتج ہوتی تھی۔ تاریخی تحقیقات اِس بیان میں شائبہ بھر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتی۔ تاریخ اسلام اِس پر گواہ ہے۔ کہ جب تک مسلمانوں نے قرآن مجید کے الفاظ و مطالب پر اپنا ایمان رکھا وہ جادۂ ترقی و عرفان پر گامزن رہے۔ لیکن جونہی اُنہوں نے قرآن مجید سے بُعد اور دُوری اختیار کی وہ تباہی و بربادی کے گڑھے میں جا گرے +

خوش قسمتی سے وہی خزانہ جس نے اُن کو قعرِ مذلّت و جہالت سے اُٹھا کر جادۂ ترقی و عرفان تک پہنچایا تھا آج بھی ہم میں اُسی طرح موجود ہے۔ ہم اپنی پُرانی شاندار روایات کو اُس کے اصولوں پر چل کر دُہرا سکتے ہیں۔ تو پھر ہم اُس کی کوشش کیوں نہ کریں؟　(ریویو انگریزی)　مترجمہ عبدالرحیم شبلی

ظہورِ اسلام سے قبل

ظہورِ اسلام سے قبل یُورپ کی حالت مسٹر جے ایچ ڈینسن Emotion as the Basis of Civilization نامی انگریزی کتاب میں لکھتے ہیں:-

"پانچویں اور چھٹی صدی میں مہذّب دنیا فنا کی سرحد پر کھڑی تھی"!

شہنشاہ قسطنطین رومن عیسائی مذہب کو رومن سلطنت کا مذہب ہونے کا اعلان کر چکا تھا۔ شہنشاہ تھیوڈوسیس نے یہ ہدایتیں جاری کر دی تھیں کہ عظیم رومن سلطنت میں کسی دوسرے مذہب یا دین کے ماننے والے کو رہنے کی اجازت نہ دی جائے۔ سلطنت میں ایک خاص محکمہ اس لئے قائم کیا گیا تھا کہ گھر گھر جا کر لوگوں کے مذہب کا پتہ لگایا جائے۔ شام، عراق، مصر، ایشیائے کوچک اور یونان جو صدیوں پہلے سے اس زمانہ کی تہذیب کے سب سے بڑے مرکز تھے لاکھوں آدمیوں کو اپنے قدیم مذہبی خیالات نہ چھوڑ سکنے کے جُرم میں موت کی سزا دی جانے لگی یونان جیسے ذیشان قدیم مُلک کا ایک ایک پُرانا مندر گرا دیا گیا ان میں بیشمار بودھ مُٹھ بھی تھے۔ ان مندروں اور مٹھوں کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں۔ اگر کسی مکان یا مندر سے عود وغیرہ کے جلنے کی خوشبو آتی تھی اور یہ پتہ لگ جاتا تھا کہ یہ خوشبو مریم یا عیسائی دیوں کے علاوہ کسی اور بُت کے سامنے جلائی جا رہی ہے تو اس مکان میں فوراً آگ لگا دی جاتی تھی اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر کہ کوئی شخص اپنے گھر کے اندر عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتا ہے یا انسان کا بیٹا عیسیٰ میں خدائیت ہے مانتا ہے یا یہ ایسٹر کا تہوار اسی روز مناتا ہے جس روز رومن سلطنت میں اجازت ہے یا کسی اور روز ہفتہ کے روز پاک دن مناتا ہے یا اتوار کے روز اس طرح کی باتوں پر قصور وار کو موت کی سزا دی جاتی تھی +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان مذہبی تعصبات اور ان کے مظالم کے ساتھ فلسفہ کی تعلیم اور علم وفضل کا چل سکنا محال تھا۔ ہندوستان مصر اور یونان کے نجومی سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال پہلے زمین کے گول ہونیکا پتہ لگا چکے تھے۔ لیکن انجیل میں لکھا تھا کہ زمین چپٹی ہے۔ رومن سلطنت بھر میں جہاں کہیں کوئی ایسی کتاب ملتی تھی جس میں لکھا ہو کہ زمین گول ہے اُسے فوراً پھونگ دیا جاتا تھا اور کتاب کے ساتھ گھر کے مالک کو بھی مع بال بچّوں کے آگ کے حوالے کر دیا جاتا تھا اطالیہ یونان مصر شام وغیرہ میں سینکڑوں ہی قیمتی کتب خانے جلا دیئے گئے۔ ہزاروں اشخاص نے اپنے ہاتھوں اپنے کتب خانے اس لئے پھونک ڈالے کہ کہیں کسی کتاب میں کوئی ایسی بات نہ مل جائے جس کی وجہ سے ان کو اور ان کے بال بچّوں کو آگ میں چلنا پڑے۔ یونانی تہذیب کے عروج کے زمانہ سے ایشیاء کوچک شام اور مصر بھر میں متعدّد کالج اور ہزاروں بڑے بڑے مدرسے تھے جن میں افلاطون اور ارسطو جیسوں کی کتب فلسفہ بقراط جیسوں کی کتب طب، سپارکلیوس اور ٹالیمی جیسوں کے علم نجوم اقلیدس اور اپولونیس جیسوں کے علم ریاضی آرکمیڈیز جیسوں کے مادی سائینس وغیرہ کی تعلیم لاکھوں طالب علموں کو دی جاتی تھی وہ سب مدرسے اور دار العلوم روم کے عیسائی حکمرانوں کی ہدایت کے مطابق ایک دن بند کر دیئے گئے کیونکہ ان کی تعلیم انجیل کی تعلیم کے خلاف سمجھی جاتی تھی:

بقراط کو آج تک یورپ کے لوگ ابو الطب کہتے ہیں۔ عیسائی مذہب سے پہلے بقراط کی قائم کی ہوئی یونانی علم طب کے مطابق رومن سلطنت بھر میں ہزاروں طبیب لاکھوں مریضوں کو دوائیں دیکر اچھا کرتے تھے۔ اب پاپائے روم اور حکمرانِ روم نے مل کر حکم نافذ کر دیا کہ دواؤں کے ذریعہ کسی مریض کا علاج کرنا خلاف مذہب اور گناہ ہے۔ بیماروں کو اچھا ہونے کیلئے عیسائی گرجا میں جا کر حضرت مریم کی مورت (بُت) کے سامنے (نذر) پیش کرنا چاہیئے اس سے دُعا مانگنی چاہیئے اور عیسائی پادریوں سے گنڈے تعویذ لینے چاہئیں یا عیسائی صلیب کی لکڑی یا عیسائی ولیوں کی ہڈیوں سے اپنا بدن چُھلا لینا چاہیئے اس کے خلاف چلنے والے کو یا کسی بھی بیمار کو دوا دینے والے کو موت کی سزا دی جاتی تھی۔ ؛

یہ سب ایران سے لیکر مغرب کے اس زمانہ تک کے تمام عالم کا صرف ایک پھیکا اور نامکمّل خاکہ ہے جبکہ اسلام اور عربوں کا دُنیا کے اسٹیج پر ظہور ہُوا۔ عیسائی رومن حکمران جسٹینین، کی تمام لڑائیوں میں (اور جسٹینین کی تمام لڑائیاں مذہبی لڑائیاں ہوتی تھیں جو عیسائی پادریوں کے فتوؤں کے ساتھ شروع ہوتی تھیں اور جن میں ہر لڑائی کے بعد جسٹینین کے عیسائی مہنت (درویش) آس پاس کے تمام علاقہ میں جا کر تلوار ہاتھ میں لئے ایک ایک آدمی سے پوچھتے تھے کہ تم روم کے عیسائی مذہب کو مانتے ہو یا نہیں اور انکار یا پس و پیش کرنیوالے کو فوراً تلوار کے گھاٹ اُتار دیتے تھے) صرف جسٹینین کی ان مذہبی لڑائیوں میں ماہرین تواریخ کے مطابق سب ملا کر دس کروڑ انسان اس زمین پر سے اُٹھ گئے؟ ڈینیس کی اس بات میں گہری سچّائی ہے۔ کہ پانچویں اور چھٹی صدی کے درمیان مہذّب زمانہ عالم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فنا کے مُنہ پر کھڑا ہُوا تھا۔ جہالت اور ظلم کی ایک زبردست گھٹا دُنیا کے تمام اس حصّہ کے اوپر چھائی ہوئی تھی اور یورپ کے اُن تمام حصّوں میں جو عرب سلطنت کے باہر رہ گئے ایک ہزار برس تک چھائی رہی ؛

اِسلام اور اُس کا بانی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

ڈبلیو آر ڈبلیو سٹیفنس اپنی کتاب "عیسائیت اور اسلام، انجیل اور قرآن" میں لکھتا ہے:۔

"جو بُرائیاں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقت میں عرب میں سب سے زیادہ پھیلی ہوئی تھیں جن کی قرآن میں بڑے زوروں کے ساتھ بُرائی کی گئی ہے اور جن کی قطعی ممانعت کی گئی ہے۔ وہ یہ ہیں:۔ شراب خوری، زناکاری اور ایک ساتھ کئی عورتوں سے بے روک شادی، بیٹیوں کا قتل، بے تحاشا جوُا، سود خواری کے ذریعہ لوٹ اور جادو ٹونے میں یقین۔ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم کے ذریعہ ان بُرائیوں میں سے کچھ بالکل مٹ گئیں اور باقی کم ہو گئیں۔ جس سے عربوں کے اخلاق میں بڑی ترقی ہوئی۔ اور یہ بات اس اصلاح کے جوش اور اس کے اثر دو نو کا ایک حیرت انگیز اور نہایت دقیع ثبوت ہے۔ بیٹیوں کا قتل اور شراب خواری کا بالکل بند ہو جانا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سب سے نمایاں کامیابی ہے"۔

"اپنی قوم پر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہت بڑا احسان کیا۔ یہ ایک ایسے دیس میں پیدا ہوئے تھے جہاں کسی طرح کی سیاسی تنظیم عقلی عقائد اور اخلاق تینوں میں سے کسی کا پتہ نہ تھا۔ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان تینوں کو قائم کیا، اپنے زبردست جواہر استعداد کے ایک ہی وار میں انہوں نے اپنے ہموطنوں کی سیاسی حالت ان کے مذہبی عقائد اور ان کے اخلاق تینوں کو ایک ساتھ سدھار دیا۔ بہت سے الگ الگ آزاد قبیلوں کی جگہ انہوں نے ایک قوم چھوڑی۔ بہت سے دیوی دیوتاؤں اور خداؤں میں اندھے یقین کی جگہ انہوں نے ایک قادرِ مطلق مگر رحمٰن و رحیم خدا میں ایک معقول یقین پیدا کر دیا۔ انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ خدا ہمیں سدا دیکھتا رہتا ہے اور ہمارے اچھے اور بُرے سب کاموں کا ٹھیک ٹھیک پھل دیتا ہے۔ اس یقین کے مطابق ہی انہوں نے لوگوں کو ٹھیک ٹھیک زندگی بسر کرنا سکھایا"۔

ریورینڈ بوسورتھ اسمتھ اپنی کتاب محمدؐ اور اسلام میں لکھتا ہے:۔

"محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک ساتھ تین چیزوں کے قائم کرنیکی خوش نصیبی حاصل ہوئی۔ ایک قوم، ایک شہنشاہیت اور ایک مذہب، تاریخ میں کہیں اس طرح کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی"۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بے شبہ اس زمانہ کے عربوں جیسی ایک ٹکڑے ٹکڑے اور بچھڑی ہوئی قوم کو ایک امنگ ایک حوصلہ اور ایک محبّت کے رشتہ میں باندھ کر انہیں اصلی معنوں میں ایک متحد قوم بنا دیا اتنے تھوڑے سے وقت میں انہیں روم اور ایران جیسی سلطنتوں کے پنجے سے آزاد کر لینا دُنیا کی حصول آزادی کی تاریخ میں ایک لاثانی اور حیرت انگیز واقعہ ہے۔ یہ ایک واقعہ ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سنسار کے بڑے سے بڑے لوگوں میں جگہ دینے کے لئے کافی ہے۔ مگر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کا رُتبہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

میجر آرتھر گلن لیونرڈ اپنی کتاب "اسلام اس کی اخلاقی اور روحانی قدر" میں لکھتا ہے:۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گہرے سے گہرے معنوں میں کسی بھی یگ اور کال کی سچّی سے سچّی اور زیادہ سے زیادہ لگن والی آتماؤں میں سے تھے۔ وہ صرف مہاپُرش ہی نہیں تھے بلکہ بنی نوع انسان میں جو بڑے سے بڑے یعنی سچّے سے سچّے آدمی کبھی بھی پیدا ہوئے ہیں ان میں سے ایک تھے۔ وہ صرف پیغمبر کی حیثیّت سے بزرگ تھے بلکہ ایک محبّ وطن اور سیاست داں کی حیثیّت سے بھی افضل تھے۔ وہ مادی اور روحانی دونو طرح کا تعمیری کام کرنیوالے تھے۔ انہوں نے ایک بڑی قوم کو تعمیر کیا اور ان دونو سے بڑھ کر ایک کہیں زیادہ بزرگ مذہب کو پیش کیا۔ جب کبھی مستقبل میں انسانوں کے درمیان اسوقت کے مقابلہ میں فرقہ وارانہ طرفداری کم ہوجائیگی اور لوگ معقولیّت کے ساتھ انسانیت دوست مذہب کو ماننے لگیں گے اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی آج کے مقابلہ میں کہیں زیادہ عزّت کے ساتھ دیکھے جائیں گے۔ فی الحقیقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑے لوگوں میں بھی بہت بڑے تھے۔"

اس طرح کے کئی اقتباسات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مختلف یوروپین سیرت نگاروں کی کتابوں سے دیئے جاسکتے ہیں۔ مگر صرف ایک اور۔ انگلینڈ کا مشہور مصنّف ٹامس کارلائل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پوری سیرت کا نقشہ کھینچتے ہوئے اپنی کتاب "ہیروز" ہیرو ورشپ اور ہیرو اک ان ہسٹری" لکھتا ہے:۔

"وہ زندگی کا ایک جلتا ہُوا انگارا تھا جسے گویا قدرت نے اپنی شاندار گود سے نکال کر پیدا کیا تھا سنسار کے خالق کے حکم سے وہ سنسار کو روشن کرنے آیا تھا۔ وہ ایک خاموش بزرگ ہستی تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اپنی زندگی کے خاص مقصد کی طرف پوری لَو لگائے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔ جنہیں خود فطرت مخلص ہونے کے لئے مقرّر کرتی ہے جبکہ دوسرے لوگ رائج الوقت نظریوں اور سُنی سُنائی باتوں کے پیچھے آنکھ بند کرکے چلتے رہتے ہیں اور اسی میں مطمئن رہتے ہیں وہ اپنے آپ کو ان نظریوں کے فریب میں مبتلا نہ کرسکتا تھا۔ وہ اکیلا اپنی روح کو لیکر حقیقت کے ساتھ ٹکرا رہا تھا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ موجودات کا عظیم ترین راز ۔۔ خوفناک مگر جگمگاتا ہُوا راز۔ اس کی آنکھوں کے سامنے چمک اُٹھا۔ کوئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضائع کرنیوالا نہیں۔ اور خدا کی رحمت کو جذب کرنیکا طریق یہ ہے۔ کہ تم اپنے ربّ کی طرف کلّی طور پر جُھک جاؤ۔ اور اس کی راہ میں اپنی ذات اور اپنے تمام قویٰ کو وقف کر دو۔ اور کلّی طور پر نفس امّارہ کی پیروی سے دست بردار ہو کر اور ہر ایک تلخی اور ہر ایک موت خدا کی راہ میں اپنے لئے گوارا کرکے آستانہ حضرت احدیت پر گر جاؤ۔ اور توبہ کا مفہوم بھی یہی ہے۔ کہ ایک گنہگار انسان اپنے خدا کے آستانہ پر جھک کر اپنے گناہوں کا اقرار کرے اور نہایت تذلل اور انکسار اور فنا کی حالت بنا کر اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اور طہارت اور تقویٰ کے حصول کے لئے اس سے مدد کی درخواست کرے۔ اور سچے دل سے اس کی جناب میں عہد کرے۔ کہ پھر وہ ایسا نہ کریگا۔ تو ایسے توبہ کرنیوالے پر خدا تعالیٰ کی رحمت کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔

اس دنیا میں خدا مل جاتا ہے

پھر میرا مذہب اپنے پیروؤں سے یہ نہیں کہتا۔ کہ وہ صرف اس امید پر ہی اکتفا کریں۔ کہ انہیں اگلے جہان میں خدا تعالیٰ کی رضا اور مقام جنت یعنی دیدار الٰہی اور راحت کا گھر مل جائیگا۔ بلکہ وہ یہ بھی وعدہ دیتا ہے۔ کہ اس کے پیرو کو خدا تعالیٰ کی رضا اسی دنیا میں نصیب ہو جائیگی اور وہ بہشت جو انتہائی سرحد کا مقام ہے۔ جس میں کوئی خوف و حزن نہ ہوگا۔ اور حقیقی نجات جسے دنیا کے مذاہب آخرت کے ساتھ محصور کرتے ہیں۔ وہ اس دنیا میں ملجائیگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ان الذین قالوا ربّنا اللہ۔ یعنی وہ لوگ جو باطل خداؤں سے علیحدہ ہو گئے۔ اور انہوں نے بزبان حال و قال یہ کہا کہ ہمارا ربّ اللہ ہی ہے۔ جو ہماری ہر آن میں تربیت کرنیوالا اور ادنیٰ سے اعلیٰ حالتوں کی طرف لے جانے والا ہے۔ پھر انہوں نے استقامت اختیار کی۔ یعنی طرح طرح کی آزمائشوں اور بلاؤں کے وقت ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے اُترتے ہیں۔ کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو۔ اور خوشی سے بھر جاؤ کہ تم اس دائمی سرور کے مقام کے وارث ہو گئے۔ جس کا تمھیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اسی دنیوی زندگی اور آخرت میں تمھارے دوست اور متولی ہیں۔ بس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ اسلام کا پیرو اس دنیا میں خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس کے حصول کا ذریعہ استقامت ہے۔ اور فرماتا ہے:۔ من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی و اضل سبیلا یعنی جو شخص اس جہان میں اندھا رہا۔ وہ آنیوالے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ بلکہ اندھوں سے بدتر۔ یعنی نیک بندوں کو خدا کا دیدار اس جہان میں ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسی جگ میں اپنے اس پیارے کا درشن پا لیتے ہیں۔ جس کے لئے وہ سب کچھ کرتے ہیں۔ غرضیکہ بہشتی زندگی کی بنیاد اسی جہان سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر جیز اب اس ناقابل بیان سچائی کو اس کی آنکھ سے اوجھل نہ کر سکتی تھی۔ جو آدمی اس سچائی کے ساتھ جسے ہم سچائی ہی کہہ سکتے ہیں اپنے زندگی کے مقصد کو کھوجنے میں لگ جائے اس میں سچ مچ ایک خدائی طاقت شامل ہوتی ہے اس طرح کے آدمی کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سیدھے مادر فطرت کے دل سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ لوگ انہیں اس طرح سنتے ہیں جس طرح کسی دوسرے کی بات نہیں سنتے انہیں سننا پڑتا ہے اس کے مقابلہ میں اور سب صرف ہوائی قلعے معلوم ہوتے ہیں شروع سے ہزاروں طرح کے خیال زائروں اور آوارہ گرد لوگوں کی طرح اس شخص کے دل میں چکر لگاتے رہے۔ میں کیا ہوں؟ یہ اتھاہ چیز جس میں میں رہتا ہوں اور جسے لوگ کائنات کہتے ہیں آخر ہے کیا۔ زندگی کیا ہے موت کیا ہے؟ میں کیا مانوں؟ میرا مقصد کیا ہے؟ غار حرا اور کوہ سینا کی اندھیری چٹانوں نے ریگستان کی سخت گیر تنہائیوں نے اس کے سوالوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس مائل بہ گردش نیلے اور خاموش آسمان نے جو سر کے اوپر پھیلا ہوا تھا اور جس پر تارے جگمگا رہے تھے کوئی جواب نہیں دیا کہیں سے کوئی جواب نہ ملا اخیر میں اس کی اپنی روح کو اور جو کچھ خدا کی الہامی قوت اس کے اندر موجود تھی اسے جواب دینا پڑا۔"

شاید سنسار کے کسی دوسرے بڑے آدمی کو بدنام کرنے کی کوشش نہیں کی گئی جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو۔ اس کے بھی وجوہ ہیں جن میں اس وقت پڑنا فضول ہے۔ ایک ہندی کی کتاب میں میں نے اس سامان کی ایک لمبی فہرست پڑھی تھی جسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رحلت کے وقت چھوڑ گئے تھے۔ اس میں ایک سگار کا ڈبہ بھی تھا اور ایک شاہی تخت۔ جب کہ تنباکو اسوقت عرب بھر میں کہیں دیکھنے کو بھی نہ تھا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زندگی بھر کبھی کسی طرح کے شاہی تخت پر نہیں بیٹھے ؞

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیشتر زندگی مشکلوں اور سخت تکلیفوں میں گذری۔ اپنی عمر کے آخری دس سالوں میں وہ نئی آزادی حاصل کی ہوئی آزاد عرب قوم کے بادشاہ رہے۔ ان دس برسوں کے اندر بھی ان کی زندگی بہت سادہ، محتاط اور تپسیا کی زندگی تھی۔ حکومت کے پیسے یا زکوٰۃ کے روپیہ سے ایک کوڑی اپنے یا اپنے کنبہ والوں کے لئے لینا وہ حرام سمجھتے تھے۔ متعدد بار کئی کئی دن انہیں فاقے سے گذر جاتے تھے۔ عرب کے بادشاہ ہونے کے دنوں میں بھی انہوں نے کبھی لگاتار تین دن تک پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ وہ سدا اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے تھے۔ اپنی چپلیوں کو خود گانٹھتے تھے اپنے اونٹ کو خود کھریرا کرتے تھے۔ اپنی بکریوں کو خود دوہتے تھے۔ اپنے مکان میں خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے تھے۔ کھجور کی چٹائی یا ننگی زمین پر سوتے تھے۔ ایک بار سخت بیماری کے دنوں میں پیٹھ پر بورئیے کا نشان دیکھ کر کسی نے اجازت مانگی کہ گدا نیچے بچھا دیا جائے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ میں آرام کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوا ؞ (مشہور لیڈر پنڈت سندر لال صاحب الہ آبادی کا لیکچر پرچار سبھا میں از رسالہ جامعہ دہلی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا تعالیٰ کی تجلّیات اور دیدار سے اس جہان میں محروم و بے نصیب رہا۔ وہ آخرت میں بھی اس کے دیدار سے بے نصیب رہیگا۔

پس میرا مذہب یہ وعدہ دیتا ہے۔ کہ جو اس پر چلے گا وہ اس جہان میں اپنے محبوب حقیقی کے چہرہ کے دیدار سے مشرف ہوجائیگا۔ اور اس جگہ سے وہ اس جنّت میں جو دائمی سرور اور خوشحالی کا مقام ہے۔ داخل ہوجائیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یٰاَیَّتُھَا النفس المطمئنہ ...... یعنی اے وہ نفس جو خدا تعالیٰ سے آرام پا گیا۔ اور اسے اطمینان قلبی حاصل ہوگیا تو اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں مل جا۔ اور میرے بہشت کے اندر آجا۔ غرض جس وقت انسان ارضی جذبات اور سفلی زندگی کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی کے آستانہ پر گر جاتا ہے۔ اور اس سے ایسا پیوند مضبوط کر لیتا ہے۔ کہ اس کے بغیر وہ جی ہی نہیں سکتا۔ تو اسوقت خدا تعالیٰ نہایت محبّت و پیار کے ساتھ اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور اسپر اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے۔ اور دنیا میں خدا تعالیٰ کا دیدار یہی ہے کہ وہ اس سے باتیں کرے اور اس مقام کے لوگ اسلام میں ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ جن سے خدا تعالیٰ راضی ہُوا اور ایسی وہ تمام نعمتیں عطا فرمائیں جو پہلوں کو دی گئیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی ایک چھوٹی سی بستی میں جس کا نام قادیان ہے خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندے پر تجلّی فرمائی۔ اور اس سے ہمکلام ہُوا۔ اور اُسے تمام ان نعمتوں کا وارث بنایا جو پہلے انبیاءؑ اور صدیقوں اور راستبازوں کو دی گئی تھیں۔ اور ان تازہ نشانات سے جو اللہ تعالےٰ نے اُسے عطا فرمائے ہم پر ظاہر ہوگیا۔ کہ جیسے خدا زمانہ قدیم میں اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا تھا۔ اب بھی وہ عاشقان الٰہی کی دلی تمنا پوری کرتا ہے۔ کیونکہ کوئی عاشق ایسا نہیں ہے۔ جو اپنے معشوق کے دیدار اور اس کے کلام کا خواہاں نہ ہو ؎

عشق مے خواہد کلام یار را ٭ رو بپرس از عاشق ایں اسرار را

پس وہ خدا جس نے اپنے عاشقوں کے دلوں میں یہ تڑپ رکھی ہے۔ کہ وہ اپنے محبوب سے زندگی بخش کلام سُنیں۔ وہ اب بھی اسلام کے حقیقی متبعین سے ہمکلام ہوتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس برگزیدہ انسان کو جو قادیان جیسی گمنام بستی میں گوشۂ تنہائی میں اپنی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اور دنیا اس کے نام سے ناواقف تھی۔ اپنے پُر شوکت اور لذیذ کلام سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اب وہ وقت قریب آگیا ہے۔ کہ تُو مدد دیا جائیگا اور لوگوں میں تیری شہرت ہوگی اور خدا کی نصرت تیرے پاس دُور دُور سے آئیگی۔ اور اس کثرت سے لوگ تیرے پاس آئینگے۔ کہ راستوں میں گڑھے پڑ جائینگے۔ اور آسمان سے خدا تیری حفاظت کریگا۔ اور ایسے لوگ تیری مدد کرینگے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جنہیں ہم آسمان سے وحی کرینگے۔ اور مَیں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ اور مَیں تجھے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت دونگا اور تیری جماعتوں کو تیرے مخالفوں پر حجت و برہان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے غلبہ دونگا۔ لوگ تیرے قتل اور تباہی کی کوشش کرینگے مگر مَیں تیرا محافظ ہونگا اور تجھے طبعی وفات دونگا۔ اور تجھے اسقدر برکتیں دونگا۔ کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے وعدے آپ کو دیئے گئے جنکا پورا ہونا اپنی آنکھوں سے ہم نے مشاہدہ کیا۔ جس سے ہمیں یقین ہوگیا۔ کہ اسلام کا خدا اب بھی اپنے مقرب بندوں سے ہمکلام ہو کر اپنے وجود اور اپنی رضامندی کا ثبوت دیتا ہے جیسا کہ وہ اپنے پہلے بندوں کو دیتا رہا ہے۔

اطمینان قلبی کے حصول کا ثبوت

پس میرا مذہب ایک طرف تو اس امر کی خوشخبری دیتا ہے۔ کہ اُسے اختیار کرنے والا خدا تعالیٰ کی لقاء اور رضاء اور جنت کو اسی دنیا میں حاصل کرلیتا ہے۔ اور وہی بہشت جو اسے دنیا میں ایمان اور اعمال صالحہ کی لذت میں محسوس ہوتی ہے وہی روحانی لذت آخرت میں بطور تمثل جسمانی طور پر نظر آئیگی۔ پس اس کا سچا اور کامل اور مستحکم ایمان جو خدا اور اس کی صفات۔ اور اس کے ارادوں کے متعلق ہے۔ وہ بہشت کا بارور درخت ہے اور اعمال صالحہ اس بہشت کی نہریں ہیں۔ غرضیکہ اس کا حقیقی پیرو اسی دنیا میں دلی اطمینان حاصل کرلیتا ہے۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت اس اطمینان کو اس کے دل سے نکال نہیں سکتی۔ دنیا کے لوگ اسے ہر قسم کا گزند پہنچا سکتے ہیں۔ اس کے مال و جائداد پر قبضہ کرسکتے ہیں۔ اس کے جسم کو بھالوں اور نیزوں سے چھید سکتے ہیں۔ اور گولیوں سے اس کی چھاتی چھلنی کیجا سکتی ہے۔ مگر وہ ایک چیز جسے اطمینان قلب کہتے ہیں۔ اس سے ہرگز چھینی نہیں جاسکتی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے لکھو کھا شیدائی قتل کیئے گئے۔ سنگسار کیئے گئے۔ لیکن وہ اسوقت بھی جبکہ ان کا جسم خون کا فوارہ بنا ہوا تھا۔ اور زخموں سے چور چور ہو رہا تھا۔ اپنے محبوب حقیقی کی یاد میں محو تھے۔ اور ان کا دل خوشی سے اُچھلتا تھا۔ کیونکہ وہ دیکھتے تھے۔ کہ ان کے محبوب کے ملنے کی گھڑی قریب آرہی ہے۔ چنانچہ ایک حقیقت کا شیدائی اور اسلام کا فدائی پہلوان اپنے قاتلوں سے یوں کہتا ہے:۔

ولست ابالی حین اقتل مسلما
علی ای جنب کان للہ مصرعی

کہ اے قاتلو اور میرے خون کے پیاسو! تم مجھے موت سے مت ڈراؤ۔ کیونکہ مجھے اس امر کی پروا نہیں۔ کہ مَیں قتل کے وقت کس پہلو پر گرونگا جبکہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مارا جاؤں اسی طرح اس زمانہ میں بھی بانیٔ جماعت احمدیہ کے پیرو افغانستان میں سنگسار کرکے شہید کیئے گئے۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان پر اسقدر پتھراؤ کیا گیا۔ کہ ان کی لاشیں پتھروں میں غائب ہو گئیں۔ اور ان پر وحشیانہ ظلم صرف اس لئے روا رکھا گیا۔ کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے ایک مامور کو برحق مانا۔ انہوں نے سنگسار ہونا قبول کر لیا۔ مگر محبوب حقیقی کے دامن سے ایک لمحہ کے لئے علیحدہ ہونا گوارا نہ کیا۔ پس میرا مذہب اختیار کرنے سے انسان کو ایسا اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے جس کے بعد دنیا کی کوئی طاقت اس اطمینان کو اس سے چھین نہیں سکتی۔

میرے مذہب کے انکار سے عذاب اور اس کی فلاسفی

میرا مذہب چونکہ ایک کامل مذہب ہے۔ اس لئے جہاں وہ اپنے پیروؤں کو خوشخبری دیتا ہے۔ وہاں اس کے خلاف کرنیوالوں کو عذاب سے بھی ڈراتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمٰی یعنی جو شخص میرے ذکر میری شریعت سے مُنہ پھیر لیگا۔ تو اس کی زندگی کبھی خوشگوار نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے لئے بہت تنگ معیشت ہوگی۔ یعنی اُسے وہ اطمینان قلبی جو حقیقی سرور کیلئے ایک لازمی چیز ہے۔ حاصل نہیں ہوگا۔ اور پھر قیامت کے روز ہم اُسے اندھا اُٹھائینگے۔ اور اس عذاب کی فلاسفی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے یہ ہے۔ کہ

"انسان کی عملی اور اعتقادی غلطیاں ہی عذاب کی جڑھ ہیں۔ وہی درحقیقت خدا تعالیٰ کے غضب سے آگ کی صورت پر متمثل ہونگی۔ اور جس طرح پتھر پر سخت ضرب لگانے سے آگ نکلتی ہے۔ اسی طرح غضب الٰہی کی ضرب انہیں بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے آگ کے شعلے نکالے گی۔ اور وہی آگ بداعتقادوں اور بدکاروں کو کھا جائیگی۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ کہ بجلی کی آگ کے ساتھ خود انسان کی اندرونی آگ شامل ہو جاتی ہے۔ تب وہ دونوں ملکر اس کو بھسم کر دیتی ہیں۔ اسی طرح غضب الٰہی کی آگ بداعتقادی اور بداعمالی کی آگ کے ساتھ ترکیب دیکر انسان کو جلا دیگی۔ اسی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ یعنی جہنم کیا چیز ہے۔ وہ خدا کے غضب کی آگ ہے۔ جو دلوں پر بھڑکے گی۔ یعنی وہ دل جو بداعمالی و بداعتقادی کی آگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ وہ غضب الٰہی کی آگ سے اپنے آپ آگ کے شعلوں کو مشتعل کرینگے۔ تب یہ دو قسم کی آگ باہم مل کر ایسا ہی ان کو بھسم کرے گی جیسا کہ بجلی کے گرنے سے انسان بھسم ہو جاتا ہے۔ پس نجات وہی پائیگا۔ جو بداعتقادی اور بداعمالی کی آگ سے دور رہیگا۔ سو جو لوگ ایسے طور کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ کہ نہ تو سچی خدا شناسی حاصل ہونیکی وجہ سے ان کے اعتقاد درست ہوتے ہیں۔ اور نہ وہ بداعمالیوں سے باز رہتے ہیں۔ بلکہ ایک جھوٹے کفارہ پر بھروسہ کر کے دلیری سے گناہ کرتے ہیں۔ وہ کیونکر نجات پا سکتے ہیں۔ درحقیقت ہر ایک انسان کے اندر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احسان کا ہے کہ ایسے موقعہ پر اس غلطی کرنیوالے کی دلجوئی کے طور پر بطور احسان کچھ دے بھی دے۔ تو ایسے لوگوں کو خدا تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ جو انسان کی پیدائش سے اصل مقصود ہے۔ پس میرا مذہب انسان کو با اخلاق انسان اور با اخلاق سے با خدا انسان بناتا ہے۔ اب دیکھو اس سلسلہ میں ایسے موقعہ پر احسان کرنا ایسی اعلیٰ خلق ہے جس کے اوپر اور کوئی درجہ نہیں ہے۔ چنانچہ امام حسن رضؓ کے ایک غلام نے ایک ایسی غلطی کی۔ جس پر امام حسن رضؓ کو اظہار خفگی کا بجا موقع تھا۔ لیکن غلام نے فوراً یہ آیت پڑھی۔ تو انہوں نے اپنا غصہ روک لیا۔ تو اُس نے والعافین عن الناس کہا تو آپ رضؓ نے اُسے معاف کر دیا۔ پھر جب واللہ یحبّ المحسنین پڑھا تو آپ رضؓ نے اُسے آزاد کر دیا۔ اس غلام کے برموقعہ آیت پڑھنے سے امام حسن رضؓ سمجھ گئے۔ کہ اتنا زیرک انسان غلامی میں رہ کر اسلام کی وہ خدمت نہیں کر سکتا جو آزاد ہو کر کر سکیگا۔ اس لئے آپ رضؓ نے احسان کے طور پر بغیر کسی معاوضہ کے اُسے آزاد کر دیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ مخالف مذہب والوں سے حُسن سلوک کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتا ہے:۔ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ کہ اے انسان تو اپنے دشمن کی بات کا نہایت اچھے اور نیک پیرایہ میں ایسے طریق سے جواب دے کہ تیرا دشمن تیرے اس حُسن سلوک سے ایسا متأثر ہو۔ کہ وہ اپنی عداوت کو چھوڑ کر تیرا گہرا دوست بنجائے۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ اس خوبی کے حاصل کرنیکا طریق یہ ہے۔ کہ انسان اپنے اندر صبر کرنیکی طاقت پیدا کرے۔ اور اعلیٰ درجہ کے کمالات کو حاصل کرنا اپنی زندگی کا مقصد قرار دے۔ چنانچہ فرمایا۔ وما یلقاھا الا الذین صبروا وما یلقاھا الا ذو حظ عظیم۔ یعنی اس مرتبہ کو وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں۔ جو صابر ہیں۔ اور جو بڑے نصیب والے ہیں۔ پس میرے مذہب میں جہاں کسی صفت کا ذکر کیا گیا ہے ساتھ ہی اس کو اپنے اندر پیدا کرنے کے ذرائع بھی بیان کیئے گئے ہیں۔

دنیوی سعادت اور اس کے حصول کے ذرائع

پھر میرا مذہب اخروی سعادت کی طرح دنیوی سعادت و راحت کے متکفّل ہونے کا بھی وعدہ کرتا ہے۔ اور وہ اس امر کا وعدہ دیتا ہے۔ کہ اگر دنیا میری بتائی ہوئی تعلیم پر عمل کرے تو وہ ایک راحت اور سرور کی زندگی بسر کریگی۔ اور وہ لڑائی جھگڑے اور فتنے و فسادات جو دنیا کی زندگی کو نہایت ناخوشگوار بنا دیتے ہیں۔ جن کی وجہ سے انسانی زندگی آلام و مصائب سے پُر ہو کر نہایت مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ وہ سب کے سب مٹ جائیں گے۔ اور دنیا میں امن قائم ہو جائیگا۔ چنانچہ میرے مذہب میں دنیوی اطمینان اور یونیورسل امن قائم کرنیکے لئے بہت سی ہدایات بیان فرمائی ہیں۔ جن کے بیان کرنیکی تنگیٔ وقت اجازت نہیں دیتی۔ لیکن تاہم میں اپنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیگر مذہبی فرقوں میں بہت بحث جاری کر رکھی تھی۔ مخالفت کے جوش میں اُن پر کئی ایک اتہامات لگائے گئے اور بالعموم آپؑ کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ تاہم آپؑ کی شخصیت ایسی بردست محبوب اور اثر انداز تھی کہ مَیں آج بھی (چشم تصوّر میں) اُن کو چرچ مشنری سوسائٹی کے ایک مشنری کے قتل کی سازش کے الزام میں اپنے سامنے کھڑے ہوئے دیکھتا ہوں۔

"ایک سولہ سالہ ہندوستانی لونڈے نے جو مقدمہ میں سب سے بڑا گواہ تھا بیان دیا کہ احمدؑ نے اُس کو مشنری کے قتل کے لئے کہا تھا۔ لیکن کئی ایک متضاد بیانات دیئے۔

"مَیں فوراً اِس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ احمدؑ کے خلاف کوئی مقدمہ نہیں ہے۔ چنانچہ مَیں نے اُنہیں بری کر دیا۔ بعد میں معلوم ہُوا کہ اُس لڑکے پر ایک فرضی قصہ بنانے کے لئے دباؤ ڈالا گیا تھا۔ مقدمہ مشہور ہو گیا اور احمدؑ کے متبعین حیرت انگیز تعداد میں بڑھ گئے۔

جہاں تک میرا تعلّق ہے احمدؑ کی برأت ایک عدالتی کارروائی تھی۔ لیکن جماعت نے مجھے سلاطوس؛ کہنا پسند کیا"۔

امام عبدالرحیم صاحب دردؔ نے "ڈیلی سکیچ" کو بتایا۔ کہ احمدؑ ۲۶ رمئی سنہ ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے اور اب (حضرت) مرزا محمود احمدؓ موجودہ امام ہیں۔ کرنل ڈوگلس کو جماعت احمدیہ نہایت وقعت کی نظر سے دیکھتی ہے اور ہر موقعہ پر اعتراف کرتی ہے کہ اُس نے برطانوی انصاف کی بہترین مثال قائم کی"۔

بچھڑے ہوئے دوستوں سے!

مَیں ان صاحبان کی خدمت گرامی میں رسالہ ریویو کا یہ نمبر ہدیۃً بھیج رہا ہوں جو آج سے پہلے باقاعدہ خریدار تھے اور کسی وجہ سے اب وہ خریدار نہیں رہے۔

مہربانی فرما کر وہ اس رسالہ کے مضامین کا بامعانِ نظر مطالعہ فرمائیں۔ اور آئندہ کے لئے خریداری کی درخواست بھیج دیں رسالہ باقاعدہ آپ کی خدمت میں پہنچتا رہیگا۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ مہربانی فرما کر اپنے سابقہ تعلّقات کو قائم رکھتے ہوئے اس فریضۂ ملّت سے سبکدوش ہونیکا ثواب حاصل کرینگے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کو پورا کرنیکے بارہ میں ہر احمدی پر عائد ہوتا ہے۔

(مینجر ریویو اُردو)

ریویو آف ریلیجنز اردو۔ قادیان دارالامان۔ مؤرخہ ۵ مئی ۱۹۳۶ء۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹
Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈابر ڈاکٹر ایس ۔ کے ۔ برمن لیمیٹڈ

پچاس برس سے مشہور و لاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا ہندوستانی وسیع کارخانہ

صیغہ نمبر ۱۱۷ — پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

گرمی کا موسم آرہا ہے

STAR (REGD) اسٹار ٹریڈ مارک

پودینہ ہرا Regd — کافو Regd

(عرق پودینہ)

یہ ہری پتیوں سے بنا ہے۔ بدہضمی۔ ریاح۔ درد شکم وغیرہ امراض ریاحی اس سے دفعہ ہوتے ہیں۔ بچوں کی بدہضمی اور دودھ کی قے دور کرنے میں اس سے بڑھکر کوئی دوسری دوا نہیں ہے بازاری مختلف عرق پودینہ سے یہ کہیں زیادہ فائدہ مند ہے۔

قیمت بڑی شیشی تیرہ آنہ ۱۳؍ ڈاک محصول ۷؍
چھوٹی شیشی دس آنہ ۱۰؍
محصول ڈاک سات آنہ ۷؍
نمونہ کی شیشی ڈھائی آنہ ۲؍ جو صرف ایجنٹوں سے ہی مل سکتی ہے۔

(اصل عرق کافور)

(ہیضہ۔ گرمی کے دست۔ پیٹ کے درد و بدہضمی وغیرہ روکنے اور اچھا کرنے کی بے خطا دیسی دوا)

ہیضہ کے اچانک حملہ سے بچنے کے لئے ہر ایک اہل خاندان اور سفر کرنیوالے کو "کافو" کی ایک شیشی پیشتر سے اپنے پاس رکھنی چاہیئے۔ پچاس برس سے ہیضہ کے لئے صرف یہی ایک دوا مجرب ثابت ہو کر مشہور ہے۔ جہاں کہیں ہیضہ پھیلا ہو وہاں روزانہ اسکے ایک دو قطرے استعمال کرنے سے ہیضہ میں مبتلا ہونیکا خوف نہیں رہتا۔ ہیضہ ہوتے ہی اس کے استعمال سے لاکھوں جانیں بچ چکی ہیں۔

نقلی "عرق کافور" سے ہوشیار۔ قیمت فی شیشی ۶؍ محصولڈاک

نوٹ:۔ دوائیں ہر جگہ ملتی ہیں۔ خریدتے وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں۔

پنجاب کے اہم اسٹیشنوں میں سول ایجنٹ کی ضرورت ہے!

(بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاءالاسلام پریس قادیان میں چھاپکر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)